گوجری افسانے

چٹی مٹی

ڈاکٹر رفیق انجم

جموں کشمیر انجمن ترقی گوجری ادب

جملہ حقوق مصنف کے نام محفوظ

نام کتاب	:	چٹی مِٹی
مصنف	:	ڈاکٹر رفیق انجمؔ
کمپوزنگ	:	ذیشان انجم
مرتب	:	شیزان انجم
سرورق	:	بشیر احمد نجار
اشاعت	:	۲۰۱۹ء
تعداد	:	500
قیمت	:	-/250 روپیا
پریس	:	آدم پبلشرز نئی دھلی
پبلشر	:	جموں کشمیر انجمن ترقی گوجری ادب

پتہ: ۱۔ گوجری ریسرچ سینٹر،
بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری

۲۔ڈریم لینڈ کالج روڈ راجوری

انتساب

ھابیلؔ کے نانویں

مختصر تعارف

نام : محمد رفیق انجم آوان ولدیت : میاں عبدالکریم آوان

قلمی نام : ڈاکٹر رفیق انجم جنم: جنوری 1962ء کلائی، حویلی، پونچھ

تعلیم : ایم بی بی ایس 1986ء ایم، ڈی شعبہ اطفال 1996ء کشمیر یونیورسٹی

ایم اے اردو، ایم اے انگلش، ایم اے، پی ایچ ڈی، اسلامیات

روزگار: اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اسلامیات، بابا غلام شاہ بادشاہ یونیورسٹی راجوری

(سابقہ رجسٹرار، گورنمنٹ میڈیکل کالج سری نگر، کشمیر)

تخلیقات :۱۔خواب جزیرے (اُردو شاعری ۱۹۹۳ء) ۲۔دِل دریا (گوجری شاعری) ۱۹۹۴ء

۳۔غزل سلونی (منتخب گوجری غزلیں ۹۵ء) ۴۔سوچ سمندر (جدید گوجری شاعری ۹۶ء)

۵۔کورا کاغذ (گوجری افسانے) ۱۹۹۶ء ۶۔سوغات (گوجری شاعری) ۲۰۰۴

۷۔گوجری کہاوت کوش ۲۰۰۴ء ۸۔ گوجری انگریزی ڈِکشنری ۲۰۰۴ء

۹۔گوجری گرائمر ۲۰۰۴ء ۱۰۔کاش !(اُردو شاعری ۲۰۰۵ء)

۱۱۔۲۰: گوجری ادب کی سنہری تاریخ (دس جلدیں) ۱۹۹۶ء تا ۲۰۰۸ء

۲۱: لعلاں کا بنجارا (گوجری مصنفین) ۲۲: انجم شناسی

۲۳۔گوجری اُردو ڈکشنری ۲۴۔زنبیل (گوجری، پنجابی، ہندی)

۲۵۔گوجری کشمیری ڈکشنری ۲۶۔گوجری ہندی ڈکشنری

۲۷'**Revisiting Islam**'

رہائش: ا: ڈریم لینڈ، کالج روڈ، راجوری۔**185131**

اعزازات: 1. Academy Best-Book Award (Dil Darya) 1996.

2 State Level Academy Award 2007.

3. Himalayan 'Man of Letters' Award, (HEM)1999.

4 State Humanity Award{JK Human Rights}2018

5. Member, General Council, JK Cultural Academy.2005

* Secretary General, JK Anjuman Taraqi Gojri Adab

ترتیب

صفحہ		مضامین	شمار
7	ڈاکٹر شہاب عنایت ملک	پیش لفظ	ا۔
12	ڈاکٹرجاوید راہیؔ	انجم شناسی	ب۔
	ڈاکٹر رفیق انجمؔ	دیپک راگ	ج
		کہانیں	
20	P/86	دوجائیگی	۱۔
26	J/5.3.85	(سلونااتھروں)	۲۔
31	s/24.5.86	ہڈیاں کی مٹھی	۳۔
36	P/84	مکتی گل	۴۔
41	s/86	سچااتھروں	۵۔
44	P/86	نویں سوچ	۶۔
48	J/84	زندہ لاش	۷۔
53		خواب خزاناں	۸۔
56	J/83	ڈنگی سوچ	۹۔
62	P/86	تاراں کی سلو	۱۰۔

۱۱۔	جھلیا لوک	J/84	68
۱۲۔	د۔درد		91
۱۳۔	سچی خواب	Sgr/20.9.89	93
۱۴۔	آخری جھلکارو	Sgr/20.9.89	95
۱۵۔	کالو جادو	P/24.9.89	97
۱۶۔	کباری	k/12/89	99
۱۷۔	پرائی پیڑ	k/1/91	102
۱۸۔	پیا ملن گی آس	J/15.6.89	104
۱۹۔	کوسا اتھروں	P/89	106
۲۰۔	وفادار (ترجمہ)		108
انشائیه			
(Rkj/28/10/86)	دو گل شیطان نال	s/22.8.86	112
	گذارو نیہہ ہوتو	J/86	117
	جے ہوں ہوتی گیری	J/86	125
تقریظ	گوجری افسانہ نگاری: کے ڈی مینی		128
تبصرے	پارکھ نظریں: نسیمؔ پونچھی		141
	ڈاکٹر مرزا خان وقار		143
آخری کہانی	چِٹی مِٹی		144

....

"پیش لفظ"

ڈاکٹر شہاب عنایت ملک

گوجری افسانے کے ارتقائی منازل کا تجزیہ کرتے ہوئے اس کی کڑیاں اُردو افسانے سے جا ملتی ہیں۔ گوجری میں اگر چہ نثر کی صورت میں لوک کہانیوں کا ایک بڑا ذخیرہ Oral Tradition کے روپ میں موجود ہے مگر یہ وہ روایتی اثاثہ ہے جو نسل در نسل زبانی طور سے منتقل ہوتا آ رہا ہے۔ تکنیکی اعتبار سے گوجری افسانہ اردو کے زیر اثر وجود میں آیا ہے۔ اور اس کے اجزائے ترکیبی، متن اور انداز تحریر اردو کا ہی مرہون منت ہے۔

جہاں تک گوجری افسانہ نگاری کا تعلق ہے تو اس کا باقاعدہ آغاز ۱۹۶۹ء میں اس وقت ہوتا ہے جب ریڈیو کشمیر سرینگر سے گوجری پروگرام نشر ہونے کا سلسلہ شروع ہوا۔ اگر چہ اسی دور میں "گرجر دیش" بھی شائع ہونا شروع ہو گیا تھا کہ جس میں شاعری کے ساتھ افسانے بھی شایع ہوتے تھے لیکن چوں کہ یہ ابتدائی تجربات تھے اس لئے تکنیکی لوازمات کی کمی کی وجہ سے ہم پوری طرح انہیں افسانے کے زمرے میں شامل نہیں کر سکتے ہیں لیکن ان کی اہمیت کو نظر انداز بھی نہیں کیا سکتا ہے کیوں کہ ان ابتدائی نمونوں نے بعد میں آنے والے افسانہ نگاروں کے لئے مشعل راہ کا کام انجام دیا۔

فنی اعتبار سے گوجری افسانے کی باقاعدہ ابتدا اُس وقت ہوتی ہے جب

۱۹۷۸ء میں کلچرل میں گوجری کا شعبہ قایم کیا گیا اور اس کے ساتھ ہی شیرازہ کا گوجری ایڈیشن شایع ہونے لگا۔ گوجری زبان کے بعض ادیبوں نے اس صنف کی طرف توجہ دی اور متعدد ایسے افسانے شایع ہوئے جو موضوع مواد اور تکنیک کے اعتبار سے گوجری ادب کا قابلِ قدر سرمایہ ہیں۔ گوجری کے جن ادیبوں نے اس صنف کی آبیاری کی اُن میں نسیمؔ پونچھی، محمد حسین سلیم، اقبال عظیم، محمد امین قمرؔ، غلام رسول آزادؔ، مرزا خان وقارؔ، جاوید راہیؔ اور ڈاکٹر رفیق انجمؔ کے نام قابل ذکر ہیں۔ ان ادیبوں کی کوششوں اور کاوشوں سے گوجری افسانہ روز بروز ترقی کی منزلیں طے کرتا گیا جس کا ثبوت ڈاکٹر رفیق انجمؔ کا افسانوی مجموعہ 'چِٹی مِٹی ہے۔

جہاں تک ڈاکٹر رفیق انجمؔ کا تعلق ہے بنیادی طور پر وہ اُردو اور گوجری کے ایک نامور شاعر ہیں جن کا کلام ملک کے معتبر رسائل اور جرائد میں چھپ کر دادِ تحسین حاصل کر چکا ہے۔ ان کے شعری مجموعے بھی شایع ہو کر عوام میں مقبول ہو چکے ہیں۔ پہلی گوجری انگلش ڈکشنری کے علاوہ ۵۰۰ صفحات پر مشتمل ان کی کتاب History of Gogri Language & Literature ان کی تحقیقی اور تنقیدی صلاحیتوں کی مظہر ہے اور زیر نظر مجموعہ کے ساتھ انہوں نے اپنے آپ کو افسانہ نگاروں کی صف میں بھی شامل کر دیا ہے۔ گویا ڈاکٹر رفیق انجمؔ ایک ایسے ادیب ہیں جنہیں نثر و نظم اور تحقیق و تنقید پر پوری دسترس حاصل ہے۔

گوجری زبان کے بعض معروف ادیبوں اور ناقدوں نے ڈاکٹر رفیق انجمؔ کے فن اور شخصیت سے متعلق کئی بصیرت افروز مضامین لکھے ہیں۔ جناب نسیمؔ پونچھی نے رفیق انجمؔ کی کہانیوں کو گوجری زبان و ادب میں قیمتی اضافہ قرار دیا ہے۔

ریاست کے نوجوان ادیب ڈاکٹر جاوید راہیؔ نے مختصراً مگر مدلل انداز میں رفیق انجمؔ کے فن پر تبصرہ کرنے کے علاوہ اُن کی متنوع شخصیت کے بعض اہم پہلوؤں کا احاطہ کرنے کے ساتھ ساتھ، گوجری زبان میں پہلا مجموعہ شایع کرنے کے لیے اس باہمت اور باحوصلہ ادیب کو مبارک باد بھی دی ہے۔ کتاب کے مصنف نے اپنی بات ''دیپک راگ'' کے عنوان سے تحریر کی ہے مگر یہ راگ بذاتِ خود ایک کہانی ہے جسے ہم اساطیری ادب کا حصہ بھی قرار دے سکتے ہیں۔ اس راگ کو مصنف نے اس شعر پر ختم کیا ہے

زندگی تجھ سے تو اپنی کوئی قیمت نہ لگی
موت آئے گی تو کر جائے گی مہنگا مجھ کو

زیرِ نظر کتاب کا پہلا ہی افسانہ 'دوجائیگی' (Bigotry) نہایت ہی اہم ہے۔ اختصار پر مبنی یہ افسانہ گوجروں کے رنگارنگ ثقافتی ورثے اور اس میں پنپنے والی سوچوں کی منہ بولتی تصویر بھی پیش کرتا ہے۔ افسانے کی زبان سلیس رواں اور سادہ ہے۔

افسانوی مجموعے میں شامل ایک اور کہانی ''خواب خزاناں'' بھی گوجروں کے روایتی ماحول میں پنپتی ہوئی سوچوں کا عکس پیش کرتی ہے۔ مجموعے کے بعض افسانے ڈاکٹر رفیق انجمؔ کی طبیعت کی نزاکت کی غمازی کرتے ہیں۔ ان کی سوچ کی باریکی، مضمون آفرینی اور بات نکالنے کا انداز خود افسانے کو نئی سمت بخشتا ہے اس سلسلے میں ''آخری جھلکارو'' ''پرائی پیڑ'' اور ''کالو جادو' قابل ذکر ہیں۔

ڈاکٹر انجمؔ بنیادی طور پر چوں کہ شاعر ہیں اس لیے ان افسانوں میں شعریت کا عنصر بدرجہ اتم موجود ہے اور یہ عنصر ان کی نثر کو اور زیادہ دلکش بنا دیتا ہے۔ اس مجموعے کے تمام افسانے غریب، مظلوم اور ایسے انسانوں کی کہانی پیش

کرتے ہیں جو اپنے اندر زندگی کی امنگ رکھتے ہیں اور وقت و حالات کے ساتھ لڑ کر اپنا آپ منوانا چاہتے ہیں۔

کتاب میں موجود تین انشائیے ڈاکٹر رفیق انجمؔ کی ظرافت کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ظرافت بھی در حقیقت یاسیت کی انتہا سے شروع ہوتی ہے اندر کی ٹوٹ پھوٹ، درد و اندوہ انسان کو کبھی خود پہ ہنسنے پر بھی مجبور کرتی ہے۔ یہ در حقیقت درد کی انتہا کا عالم ہوتا ہے۔ کتاب میں شامل ڈراما کہانی اور مکالموں کے اعتبار سے نہایت چست اور دلچسپ ہے۔

ڈاکٹر رفیق انجمؔ کے افسانوں میں یاسیت کا عنصر بھی نمایاں ہے۔ مگر یہ یاسیت، یہ غم، یہ دُکھ ایک خوشی کی انتہا پر ختم ہوتے ہوئے قاری کے ذہن پر کہانی کے نئے معنی چھوڑ جاتا ہے اور یہ خصوصیت رفیق انجمؔ کے افسانوں کو بہترین ادب کے زمرے میں شامل کرتی ہے۔ بعض افسانوں کے مطالعے کے دوران میں اپنے آپ کو گوجر قبیلے کا حصہ سمجھنے لگا۔ افسانے کی کامیابی کا راز اس میں بھی مضمر ہوتا ہے کہ افسانہ نگار اپنے ہر قسم کے قاری کو گرفت میں لے کر اُس ماحول کا حصہ بنادے جس کی وہ عکاسی کر رہا ہو، اس سلسلے میں رفیق انجمؔ بے حد کامیاب نظر آتے ہیں۔

رفیق انجمؔ اس لئے بھی مبارک باد کے مستحق ہیں کیوں کہ ان افسانوں میں اُنہوں نے اپنے قبیلے کے رسم و رواج مذہبی روایات تہذیبی اور تمدنی جھلکیوں کے علاوہ گوجروں کے متعدد مسائل کو بھی قلم بند کیا ہے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس مجموعے کو دوسری زبانوں میں بھی منتقل کیا جائے تا کہ

دوسری زبانوں سے وابستہ قاری بھی ان افسانوں میں موجود افسانوی پن اور اچھوتے موضوعات سے لطف اندوز ہوسکیں۔

رفیق انجم کا یہ افسانوی فن پارہ یقیناً گوجری زبان وادب میں قدر کی نگاہوں سے دیکھا جائے گا اور یہ گوجری کے اُن بلند پایہ ادیبوں کے لئے ایک تحریک کا کام بھی کرے گا جو اس فن کی آبیاری کر رہے ہیں لیکن ابھی تک اپنی تخلیقات کو شایع نہیں کرسکے ہیں اور اگر وہ ایسا کرنے میں کامیاب ہوئے تو گوجری افسانہ جو معیار کے اعتبار سے اہم تو ہے لیکن مقدار کے اعتبار سے کم، مقدار کے اعتبار سے بھی اپنے لیے الگ مقام پیدا کرسکتا ہے۔ معیار اور مقدار یہ دونوں چیزیں جب موجود ہوں تو ادبی مورخ بہ آسانی گوجری ادب میں اس صنف کے مقام کو متعین کرسکتا ہے۔

پروفیسر شهاب عنایت ملك
صدر شعبہ اُردو، جموں یونیورسٹی

انجمؔ شناسی

ڈاکٹر جاوید راہیؔ

کجھ کجھ شخصیتاں بارے یوہ فیصلو کرنو مشکل ہو جاے کہ ہم اُن نا کہڑ ورتبو دیاں تا نجے اُن کی عظمت نا تسلیم کرن کو حق ادا ہو سکے۔ انھاں ہی شخصیتاں بچوں ڈاکٹر رفیق انجم بھی ایک ہیں جن کی ہر تحریر بھانویں واہ شاعری کی صورت ماں ہوئے یا افسانو۔ تاریخ ہوئے یا ڈرامو، اپݨے اندر جاذبیّت تے تاثر کو لا متناہی سلسلو رکھے ہر تخلیق نا پڑھݨ توں بعد ڈاکٹر انجم ایک نواں روپ ماں مھارے باندے آنویں ور اُن سبھݨا روپاں ماں ایک قدر جہڑی مشترک ہے وہ ہے ''درد'' وُہی مِٹھو تے سوہݨو جیو درد جہڑو کسے نا سولی چاہڑے تے کسے کی کھل لہواوے کسے کے ہتھوں تیسہ ناں پہاڑاں تے شنگران کا سینہ تڑواوے تے کسے نا صحرا کی خاک چھاݨن ور مجبور کرے۔

ایک انگریز مفکر کو کہݨو ہے جے سچو شاعر روح ماں موسیقی لے کے پیدا ہوے یا موسیقی شاعر سنگ اِس قدر ہم آہنگ ہو جے کہ بلیں بلیں اُس کی ذات کو حصو بن جاے۔ میرو خیال ہے کہ موسیقی کو جتنو تعلق خوشی ناں سمجھیو جے اُس توں کئی گنا زیادہ اُس کو رشتو درد ناں ہے اِسے گلوں جد موسیقی کسے کی روح ماں تحلیل ہو جاے تے فر وہ شخص بھانویں شاعری کرے یا نثر لکھے۔ مصوری کرے یا سنگ تراشی وہ درد اُس کی روح کے اندروں بولے تے متاثر کرے۔ کجھ اسے راہ کو تاثر ہم نا ڈاکٹر انجم کی تحریراں بچوں لبھے۔ وی یہ اُن خوش بخت لوکاں بچوں ایک ہیں جن کی ہر تحریر اپنے

اندر درد کا عمیق سمندر رکھّے۔ اُن کا درد ماں میٹھارس وِی ہے تے لذّت وِی۔ اُن کی داخلی تے غنائی تحریر اسے گلوں مقبول ہیں کیو نجے اُن نا پڑھ کے احساس ہوئے کہ ''گویا یہ بھی میرے دِل میں تھا''۔

افسانو حقیقت ماں ایک مشکل ترین صنف ہے اس ماں جت ایک پاسے لفظاں نا پرکھن، تولن تے جاچن آلو ذِہن لوڑے اُتے دوجے پاسے کرداراُن کا جذبات احساسات تے نفسیات کو مسئلو بھی اہم صورت اختیار کرتو جائے۔ ورڈاکٹر رفیق انجم کا افسانہ پڑھن توں بعد احساس ہوئے کہ وہ یہ افسانہ کا فن تے تیکنک ورکس قدر دسترس تے قدرت رکھیں۔ اُن کو معمولی توں معمولی تے نکاتے نکو کردار وی اپنے اندر معنوی بلندی رکھّے۔ وہ یہ جدوی کسے کردار توں بلواویں وہ مکالمو اس قدر با معنی تے با اثر ہوے کہ گوجر اماحول کی سچی تے سُچّی تصویر ہیں۔ اُن کو رشتو مھاری دھرتی نال ہے تے یوہ رشتو اس قدر مستحکم ہے کہ جے کدے اُن کو ترجمو دوجیاں زبان ماں بھی کیو جاے تے کہانی آپے بول پوئے گی کہ میرو تعلق کس علاقہ کا کن لوکاں نالّ ہے۔

یاہ گل حقیقت توں خالی نہیں ہے کہ گوجری افسانو بیہویں صدی کی پیداوار ہے۔ ور یاہ گل کہتاں مھارو سر فخر نالّ اچو ہو جاے کہ گوجری ادب کی اس مختصر جھی تاریخ ماں اجیہا افسانا لکھیا گیا ہیں۔ جن کو مقابلو دوجی ترقی پذیر زباناں کا ادب نالّ بخوبی کیو جاسکے۔

اِن تمام تر دعواں کے باوجود یوہ بھی ایک کوڑو سچ ہے کہ کسے وِی گوجری افسانہ نگار نے اپنا افسانہ کتابی صورت ماں شائع کرن کی جرأت نہیں کی۔ ڈاکٹر

رفیق انجم گوجری افسانہ کا پہلا مجموعہ کا مصنف ہیں۔ یوہ امر اس گل کی وضاحت کرے کہ وہ یہ کس قدر باہمت تے باحوصلہ شخص ہیں۔

مشہور مفکر آلڈس ہیکلے کو کہنو ہے کہ دنیا ماں دو قسم کا دماغ ہویں۔ ایک ویہہ جہڑا اہر ویلے قتل کرن واسطے تیار رہیں۔ دو جا ویہ جہڑا اسر نیوؤں کر کے قتل ہونڑ ورآمادہ رہیں۔ انجم دو جی قسم کا انسان ہیں۔ اسے گلوں اُن کی تحریراں ماں داخلیت تے غنائیت کو عنصر موجود ہے۔ ویہہ درد، کرب، غم و یاس کے آسے پاسے لفظاں کی تانٌی بنیں یہ تانٌی کدے شعر و سخن کی صورت ماں وین تے کدے نثری ادب ہاروں۔

اس مختصر جیا مضمون ماں ڈاکٹر رفیق انجم جیہی شخصیت تے اُن کا فن کو احاطو کرنو مشکل ہی نہیں ناممکن وی ہے۔ آخری لفظاں ماں ہوں یوہ ہی کہوں گو ڈاکٹر انجم کی شخصیت گوجری ادب ماں ایک گھونبھرا جیہا رُکھ ہاروں ہے جس کی چھاں ماں درد کی راہ کا مسافر چھٹ گھڑی بہیں کے تے فرمدت توڑی دھپ ماں وی چھاں کی لذّت محسوس کرتا رہیں۔

ڈاکٹر جاوید راہیؔ

چیف ایڈیٹر گوجری

کلچرل اکادمی سرینگر کشمیر

خود نوشت:

دیپک راگ

سُنیو ہے جد تان سیّن اپنو راگ چھیڑے ہوے تاں بجھیا وا دیپک فر بل پوئیں ہویں۔ اس داستان نا سچ جان کے اک دیوانہ نے وی اپنو راگ شروع کر لیو اس امید پر جے شاید کسے کا دل ماں محبت کا بجھیا وا دِیا فر روشن ہو جائیں۔ ’’چپ رہنٔو ہمیشاں تو میری عادت رہی ہے‘‘

ع زمانہ نے قدر چھوڑی تے میں اپنی طلب چھوڑی

خموشی کا بے شمار فائداں وچوں ایک یوہ وِی ہے جے بندو خدا کی کاریگری پر غور کر سکے۔ سبحان اللہ! کیسی نعمت ہے خاموشی وی۔ اسے حالت ماں مِناں ایک دفعہ خاباں کی پری اَکھ کا پلکار ماں اُڈا کے کوہ کاف ماں لے گئی۔ نیوں تے واہ ہو بہو اُسے راہ کی پری تھی۔ جیسی پریاں کی کہانیں سنی وِی تھیں۔ پرواہ پریشان زیادہ تھی میرا پچھن تیں بغیر ہی اُس نے کہنو شروع کیو ُمیرے کولے مہلت گھٹ ہے تے داستان لمی۔ میرے کولے مچ سارا راز ہیں۔ ایسی زندگیاں کا راز جھڑی اُپروں اپروں سمندر ہاروں خاموش وھیں۔ ایسا مکھڑاں کا راز جھڑ ابظاہر ہستا مسکراتا ہویں۔ پر اُنکا اپنا نیواں کا موٹا موٹا اتھروں کوئے نہیں دیکھتو۔ ایسی کاغذی زندگیاں کا راز جن پر دنیا مچ کجھ لکھ کے ملیچ چھوڑے تے ویہہ کورا کا کورا کاغذ رہ جائیں۔ ایسی نازک پریاں کا راز جن کی زندگی لیکھاں نے کسے نہ کسے جن کا قبضہ ماں کر چھوڑی تے ہوروی......مچ ساری کہانیں‘۔

نیس اک چپ رہ کے اُس نے فر کہنٔو شروع کیو ُیہ سارا راز میں کسے

خاموش انسان نادسنا تھا۔ پرمنا اَج توڑی ایسو کوئے نہ لبھو تے اَج وی انساناں کی دنیا ماں اتنو شور تھو جے منا اپنی داستان واسطے کوہ قاف ماں آنو پیو جت دراصل جن بسیں تے کدکدے تیں وی چُپ چاپ میری کہانی نہ سنی تاں میری جندوی کسے جن کا قبضہ ماں ہوجائے گی۔ منا اُس کی پریشانی تے مجبوری سمجھ آ گئی تھی۔ لہٰذا ہوں سنن واسطے تیار ہوگیو۔ پراک وعدو کر یہ ساری داستان تیں دنیا نا سنانی ہیں۔ ورنہ......(ورنہ ہوں سمجھ گیو تھو جے میری جان وی کسے جن کے قبضے ہوجائے گی) شرط تے اوکھی تھی پر میں اُسکی مجبوری دیکھ کے حامی بھرلی تے واہ یوں داستان سنان لگی۔

''خواب جزیراں کو سلطان بڑو نیک بادشاہ تھو۔ اک دن اُس کا دربار مانھ ایک خدا دوست بزرگ آیو تے جان بخشی کی درخاس تیں بعد سلطان نا اک کاغذ کو پرزو پکڑایو جس پر بظاہر بے معنی لیک مار مار کے اک انسانی چہرو بنایو وو تھو۔

سلطان کا پچھن تیں بغیر ہی اُس نیک بزرگ نے کہیو' یا امانت اپنا پوتا توڑی پہچا چھوڑیو۔ تھارے واسطے یاہ چنگی خبر نہیں جے شہزادو تخت تے تاج نا قبول نہیں کرسیں تے ''چاندنگر'' کی اک شہزادی کا عشق ماں گرفتار ہوجائے گو۔ یاہ قلمی تصویر اُسے شہزادی کی ہے۔ پر مناں یقین ہے تم اس امانت ماں خیانت نہیں کرسیں۔ یاہ کہہ کے وُہ بزرگ غائب ہوگیو تے سلطان پر ایسی ذمہ داری چھوڑ گیو جہڑی نبھانی وی اوکھی تھی تے جس کی وعدہ خلافی وی سلطان کی شان کے خلاف تھی۔ شہزادہ کا جوان ہوتاں ہی سلطان نے واہ تصویر اُس کے حوالے کر چھوڑی......

شہزادو دیکھ دیکھتاں اُس پرزہ سمیت اُس بادشاہی وِچوں چن کا دیس کی اُس شہزادی کی تلاش ماں نکل گیو جس کی تصویر تے اُس کو لےتھی پر اتو پتو کجھ نہیں تھو۔

آخر ست سالاں کی مشقت تیں بعد اُس کی ملاقات شہزادی نال ہوگئی

پہلاں تے واہ اس نا شہزادو تسلیم کرن نا تیار ہی نہیں تھی۔ پر جد شہزادہ نے تصویر وی دسی تے ساری داستان سنائی تاں شہزادی وی دِل تیں مجبور ہوگئی تے اُنہاں نے کسے دور دیش ماں جا کے اوکھ سوکھ ماں سدا سنگ رہن کو ارادو کر لیو تے یوہ وعدو وی جے خدانخواستہ اُنہاں بچوں کوئے اک مرجائے تاں دو جو ساری عمر اُس کی قبر پر پانی ڈوھلتو رہ گو تے اک پل وی قبر تیں دور نہیں جاسیں۔

خدا کی کرنی اس وعدہ تیں کجھ ہی مدت بعد واہ شہزادی فوت ہوگئی تے وعدہ کے مطابق شہزادو اُتے رہن لگ پیو۔ وہ صرف اُس قبر پر پھل بوٹا لاتو تے پانی ڈوھلتو رہیو۔ اسے کاروبار ماں ست سال ہور گذر گیا۔ شہزادو ہن صاف لاغر ہو گیو ؤو تھو۔ اک دن اُس بیابان وچوں اک نیک بزرگ کو گذران ہویو۔ جد اُس نے اُت اِک شخص وی دیکھیو تے انسانی قبر وی۔ تاں اُس نے سارو معاملو دریافت کیو تے شہزادہ نے پچھلی ساری داستان سنا چھوڑی۔

اُس بزرگ نے کہیو ''میرو ناں چن پیر'' ہے تے تناں یاہ راز کی گل دسوں جے تیں اَج تک جو کجھ وی کیو ہے چنگو نہیں کیو۔ ''جو ہویو وہ وی چنگو نہیں تے جو ہوے گو وہ وی چنگو نہیں'' پر ہاں تیری دیوانگی حدوں بدھ گئی ہے۔ تیری بیماری لاعلاج ہوتی جائے لگی وِی۔ اس گلوں ہوں تیری اک شرط پر مدد کر سکوں۔

یاہ سن کے شہزادہ کی اکھاں ماں چمک آ گئی تے اُس نے چن پیر کی ہر شرط منن کو وعدہ کر لیو۔ پیر نے کہیو اس شہزادی کی عمر ختم ہوگئی وی ہے۔ ہاں اگر توں اپنی باقی ادھی عمر اُس نا بخش دیئے تاں، ہوں اس نا دوبارہ زندہ کر سکوں۔ یاہ سن کے شہزادو خوشی خوشی راضی ہو گیو۔ دیکھ دیکھتاں قبر کو منہ کھلیو۔ شہزادی اُسے صورت ماں باہر آ گئی تے شہزادو گل نال لا لیو۔ چن پیر اچرتوڑی کدے اَلوپ ہو گیو تھو۔ شہزادی نے اُس شہزادہ کو

سر اپنی جھولی ماں رکھیو تے اُس کولوں جدائی کا سالاں کو قصو سنن لگی۔ شہزادہ نا اَج توڑی کو سارو قصو سنا تاں سنا تاں نیند آ گئی تے وہ اُتے شہزادی کی جھولی ماں سر رکھ کے سو گیو۔

تھوڑی دیر توں بعد اتوں اِک نوجوان گذر یو جہڑو مساں کدے پردیس بچوں تعلیم مکمل کر کے آیو تھو تے اپنے وطن جائے تھو لگو وئے۔ اُس نے قبر کے سرہانے یوہ منظر دیکھیو تے حیران رہ گیو۔ نیڑے آ کے اُس نے اُس خوبصورت شہزادی توں سارو قصو پچھیو تے شہزادی نے وی فخر نال شہزادہ کا عشق کی تمام داستان سنا چھوڑی۔

نوجوان کہن لگو شہزادی اتنی بے وقوف وی ہویں۔ میں تے کدے نہ ڈٹھو تے نہ سنیو۔ توں نوجوان ہے، خوبصورت ہے، اَجاں زندگی کی بہار تکنی ہیں تے توں اِت اِس شخص کے سرہانے بیٹھی وی ہے جس کے پلے کجھ وی نہیں۔ توں اس طرح کر، توں آ میرے نال چل۔ ہوں دنیا کو ہر سکھ دیوں گو۔ ہر خوشی دیوں گو۔ ہوں وہ پار لا بوٹا کی چھاں اڈیکوں گو، توں سوچ کے فیصلو کر لئے......

نیس اک سوچن تیں بعد اُس نے شہزادہ کو سر اپنی جھولی وچوں چا کے قبر کی پنڈی پر دھر یو۔ پلو چھنڈیو تے اُس نوجوان کے نال چلی گئی۔ شہزادہ کی جد اکھ کھلی تاں شہزادی اتوں غائب تھی تے اُس کو سر پٹ کے بجائے قبر پر تھو۔ شہزادو اُٹھ کے بیٹھو۔ دوئے ہتھ دعا واسطے چایا۔ نظر آسمان دار کی تے اپنی باقی ادھی زندگی وِی شہزادی نا بخش دِتی۔ اُسے ویلے آپ قبر ماں سمیا گیو تے قبر کو منہ بند ہو گیو۔

یاہ کہانی سنا کے پری نے اساس ماریو۔ ہوں اجاں اُس نا کجھ سوال پچھن ہی آلو تھو جے اُس نے چپ رہن کو اشارو کیو تے اگلی کہانی شروع کر لئی تے اسے راہ واہ منا پندرہ بیہہ کہانی سنا گئی تے اخیر پر فرمنا اپنی قسم دِتی جے ہوں یہ ساری کہانی دنیا نا ضرور سناوں گو۔ ہوں کہن لگو تھو جے اِس دنیا ماں میری کہانی کون سنے گو، پرواہ پری تے اِچر غائب ہو گئی تھی۔

اُسے پریشان پری کا وعدہ تیں مجبور ہو کے ہوں پچھلا چوداں سالاں تیں کسے ایسا شخص ناڈھونڈتھکو جہڑو یہ داستان سن کے میری ذمہ داری کو بھار ہولو کر چھوڑ تو۔ آخر منا خیال آیو کیوں نہ یہ ساریں کہانٔی اک کتاب ماں لکھ کے دنیا کے حوالے کر چھوڑوں۔ جد لکھنڑ کو کم شروع کیو تاں احساس ہو یو جے سُننڑ آلاں نا لوڑتاں لوڑتاں مِناں اس پری کی دسی وی اک تیں سوا ساریں کہانٔی بسر گئیں تھیں۔ پر ہوں اُس قسم تے وعدا تیں مکر وِی نہیں سکتو، اس گلوں میں سوچیو منا وِی تے کئی لوکاں کی کہانٔیں سیئی ہیں جنکی زندگیاں کا کاغذ کورا کا کورا ہی رہ جائیں۔ کیوں نہ یہی کہانیں کتاب ماں لکھ چھوڑوں۔ پری کے سنگ سنگ دنیا کو وی حق ادا ہو جائے گو۔

گل کے کرن لگو تھو تے کت پوہچ گیو۔ دراصل دنیا کی بے رحمیاں تے بے مہریاں نے جدائیاں تے تنہائیاں نے بختاں تے تستیاں نے، سچا خواباں تے جھوٹھی تعبیراں نے اُس پسر ہی مار چھوڑی ہے۔ پر منا یقین ہے جے تم یاہ گوجری الف لیلیٰ سنن تیں پہلاں ایک ایسا شخص واسطے سخت سزا تجویز نہیں کرسیں جس کی مُچ زندگی روتاں گذری تے باقی ہد کتاں۔ اتھروں ہی شاید زندگانی کو سچیار ہویں خوشیاں کا خواب بھی کدے دیکھنڑ کی کوشش کی تے کچی نیند ہی اکھ کھل گئیں...... "دوجا ئیگی" تیں لے کے "پیا ملن کی آس" تک حرف حرف ماں انہاں ہی آساں تے ساساں سوچاں تے دلیلاں۔ خاباں تے جگراتاں، اتھرواں تے درداں کو چھاملوسئی ہوئے گو!

زندگی تجھ سے تو اپنی کوئی قیمت نہ لگی
موت آئے گی تو کر جائے گی مہنگا مجھ کو

ڈاکٹر رفیق انجمؔ

ڈریم لینڈ، راجوری

دوجائیگی

اُس نے اکڑلیس لیکیے لت اگاں بساریں تے کاچھو دورتوڑی گھسیٹیو ووگیو۔ بانہہ وِی پہلاں اُراں پراں کھلیاریں تے فراکن ہتھ کیں انگلیں دوجا ہتھ ماں پکڑ کے خوب سدھی کیں۔ لمی جئ اواڑی لئی تے فراکھ ملہو کے چُتی چنی اکھاں ناں اندھیاری وردھری وی چمنی دردیکھن لگو جہڑی ہن تھک کے بجھوں بجھوں کرے تھی۔ اَکھ اس طرح بھرمٹاں ہیٹھ چمکیں تھیں جس طرح کوپراکاڈھاہیٹھ بیس کے کوئ عید کاچن نادیکھتو ہووے۔ نیس توڑی اُس کو بھلا وو چھنڈے گیو، اَج وہ اپنے گھر نہیں مقدم کا گیرا کا بیاہ ماں تھوآیو وو۔

اُراں پراں نظر ماری۔ سارا الم سلم تھا پیا وا، ویہہ اُچاٹی تے شتونگڑا نکاوی جنہاں نے اُس ہیٹھوں کھوروکر کے ساروکا چھوکڈھ لیوتھو، اپنونوروچاچو سمجھ کے نیوں اُس نال کوئ نہیں تھو بولے۔ ذاتی اُس نا لگی ٹھنڈی تھی جس گلوں وہ جا گیوتھو۔ پہلاں تے خاصو جیڑ جنوں تھو پر ہن بختاں نے ہڈیاں کی مٹھی کر چھڑیو تھو۔ ایک چھیری جئ تھی اُپر، واہ وی صاف چھپھر ......اپنے وررکھتو جے نکاور پلہیٹو جہڑ واُس کا منہ اَگے شاید آرام نال ستو وو تھو یا کھُتھا کھتھا واباپ نادیکھ کے اَکھ میچ لیں تھیں۔ وہ نیس ایک گلزاری نادل ماں دعا دیتو رہیو جہڑی اَج اُس کی جان ور صبر شکر کے کے گھر

ہی اٹک گئی تھی تے اس طرح چھپری کی مروت اُس پر ہوگئی تھی۔

نکانے وِی اُساس ماریو، ورمنہ اک واراراں تے اک وار پراں کر کے بدرھک کے فرسو گیو۔ جس طرح اُس نا پتوتھو اجکل مھارے جسا غریباں نا جاگنو ہی نہیں لوڑتو......نورا نے اک نظر اپنی لیراں ور ماری۔ جنھاں کی ہݨ پچھان سیانا سیانا وِی نہیں تھا کر سکیں۔ کڑتی کھڑی ہے تے تنبی کھڑی۔ کسے نا کدے گھٹ ماری وی تے کائے لینگری کدے لڑ کے۔ بڈھیماں نال اُس کی ننگی ٹنگاں ور رگ اِس طرح تھیں چڑھیں وی جس طرح بٹ ریں ور ہر بمبل ہوئے۔ پِنی تے اُس کی کدے وی نہیں ڈھکݨ ہوئیں اَج اُنھاں نا کے ازار تھوور باقی وجود وی تھاہیوں تھاہیوں باہراو کڑ کے پتونہیں شریکاں کا کپڑاں چیڑاں در چھٹ نیس توڑی دیکھ چھڑے تھو تے فرمڑ کے نورا کا منہ در، تے نورو لاجمی کو ماریو منہ پراں موڑ چھڑے تھو۔ دل نا ہوٹھے ہوٹھے کرن واسطے۔

نورا نے پراں دیکھیو تے چندے آٹلی بھتی ورنظر پئی فر کند ور جس پر گدریاں نے بیاہ کی خوشی ماں چٹی مٹی نالݨ بوٹا کڈھیا وا تھا۔ نچ نچ پوروہتھ بنایو و و تے کدے کدے مٹی کا اینویں چھیمکا ماریا وا۔ نورا کی نظر بلیّں بلیّں اُفراں مڑتی رہی۔ کند وروں کڑیاں ور جت بہاری کا چھانٹا ماریا وا تھا۔ تے فر سترنج ور جت کدے چار انگلیں لگیں ویں تے زیادہ نکی نکی گوگیں بنائیں ویں تھیں۔ جنھاں نا دیکھ کے نورا نا گلزاری کی پکی ویں گوگیں یاد آ گئیں، جھڑی اُس نا کدے کدے ہی لبھیں ہوئیں۔ پکان توں تے گلزاری موٹا موٹا ڈھوڈا وی پکا لئے تھی۔ ور آٹا کی ذری کمی تھی تے بالݨ کو بجت کنی۔

مڑ گھِڑ کے نورا کی نظر بڑا اندر کا بشکار لا تھم کے اُپر لگی وی سری ورا ٹک گئی جس کا مچ سارا سینگ اُراں پراں لڑ کیا وا تھا۔ اُس کا دل مال پتو نہیں کے کے دلیل آ ئیں تے گئیں۔ چھٹ توڑی اُس کی اَ کھ فر میچ گئیں۔ اُس نا ٹھنڈ تے ستھرا کی گل وی بسر گئی۔ لوکاں نے تے اپنا شونقاں کا بوٹ تے کنڈی نوک آلی جتیں کا چھوماں پلیٹ کے سرہانے دھری وی تھیں۔ ورنورواس کو شک تیں بری تھو، اُس کا بیایاں آلّا ابا ہنا تے دھوڑماں مندھیا وا پیر تھلا ور بے فکرا ہوا لا ویں تھا۔ مانہہ، پوہ کی سوہنی سوہنی ٹھنڈی ہوا۔

’بھکھاں تے ننگاں کدے نیند آوے آ، تاں غریب ستا ہی رہتا‘ کسے نے سچ ہی کہیو ہے۔ تے نورا پر وی واہی برتی۔ بڑی سحر گی وہے گی خبرے کوئے باہر گیو۔ بھت کھولن نالّ ٹھنڈ کی پھوک کو اک ہولو آیو تے نورا کی اَ کھ فر کھل گئیں۔ نیوں تے سارو کجھ وہی تھو ور چمنی کی لوہنّ صاف چِٹی ہو گئی تھی۔ گیر واُراں مڑ کے پلا واسطے کھبو ہتھ اُفراں کیو و کجھ ٹٹولے تھو جس طرح باپ دراندھیرا کا ہتھ گھماتو وے۔ ور اُس نے کپڑا کے ہتھ نہیں تھولا یو۔ شاید اُس نا پتو تھو باپ کی جس ٹا کی نالّ ہتھ لا یو واہ پہلاں ہی بکھ ہونّ واسطے تڑفتی ہوئے گی۔ نورا نے اُس چھپری کی چھاں فر نکا ور کر چھوڑی۔ اپنی تمہی چوڑیاں وروں بنھاں جنوواں درکرن واسطے تمہی کو ڈُبو کھولیو تے فر اپنی قضیے حالی کو منڈھ پکڑن واسطے متھا ور گھرنج گھل کے کجھ سوچنّ لگو۔ لین دین کو غم بکھرو، کسے کو قرض مکان تیں وی قاصر تے راہ کا نوکر نو وی اُس نا چنگو نہیں تھو لگے۔ دانہ پھکا کی گل پہلاں ہی گڑ کے رنگ تھی۔ نکا ٹبر کی چوگ وی کس راہ پوری کرے آ۔ چو کھر بچھو کنی ٹھنڈ ماں مرے تھو۔ اُپروں چار انگل مٹی نال کوٹھا کوّ پانی

ڈکن ہی کس طرح ہوے تھو تے اجاں مانہہ کومہینو...... چارسوڑھی اُس کی وِی اجاں بقایا اُٹھ پھگن کیں تے فرجنڈ پرتو تے بڈھی کی ڈھگنی پچھاں۔ اُسمتر اں کو تے مِل کم جائے اتنی سمہڑی کی گل سنتاں ہی۔ یوہ تے نورو ہی تھو جھڑ و بھڑی مجوری کر کے فروی دھیاڑانا دھکولا وے تھو۔

اِچر کسے نے لت ڈھکوئیں تے کا چھوکو کھڑ کار آیو۔ نورا نے اُس گلُند یا گلند یاوادھیال دردیکھیو تے روح آیو کدے یوہ میرے گھر ہوتو تے ہوں اپنی لونگی نا گھل کے بھاڑا کے بہانے کوئے دودھار کڈھ کے چاہ میلی کرلیتو۔ نیوں تے وُہ اتنوڑ کیو وونہیں تھو وَر مجبوری سارو کجھ کراوے تھی۔ فِر وی یا نورا کی ہمت تھی جے اَجاں توڑی رِکند کی وی تھی۔ اس طرح کا لوکاں ماں نیو تے بڑا عیٔب ویں، ساراں تے بڑو یوہ کے ویہ غریب ہیں پر نورا کی کجھ عادت مچ ہی سوہنی تھیں۔ نماز پنچے وقت پڑھنی، تھوک جھڑ و کسے نال رکیؤ اُس پر ست کم سٹ کے پوچھ جانو تے فرکم ور گھسائی مسائی نہیں تھو کرے۔ ہر ویلے خوش رہنو تے نکاں شکاں نا بیت تے شپاہی سنانو۔ اَج وِی جس ویلے گیرا بانہہ پکڑ پکڑ کے تھکا تے چاچا نورادر ہی مڑ آیا تھا۔ ''نورا چاچا بیت سنا...... تے اکن کسے نے یاہ چغلی وِی مار چھوڑی تھی۔ 'نورو چاچو، دسویں توڑی پڑھیوؤ ہے'۔ یاہ گل سن کے نورا نا اپنا و یہہ دھیاڑا یاد آ گیا جدوہ تے اُس کو متر یرو بھائی غنی سنگے پڑھیں ہویں تھا یاہ گل یاد آ تاں ہی ماترے مندی کو بجھتو بلتو حلیو نہ سامنے آ تو یاہ تے ہو ہی نہیں تھی سکے۔ فر واہ اُس کی قینچی ہاروں چلتی جیبھ جس بچوں کر یا وا کجھ لعل اجاں توڑی اُس کا کناں ماں مشری گھولیں تھا...... 'اونورا اُٹھ تاں افراں گوہ کی کھاری باہر سٹ چھوڑ'...... 'توں اُٹھے گو جے ہوں سٹوں کھوسڑا'۔ آخر

اُس ناتر پڑاں کی اڈیک تیں، کھاری سٹنی سوکھلی لگیں ہویں۔

بُڈھی نانے، غنی ناوی آواز مار چھڑے تھی۔ 'اُٹھ بچہ کوئے سبق کوحرف دیکھ لئے۔ مدے ماسٹر ماریں۔غنی اُٹھ کے اِچر کاڑھیاوادودھ کی پیالی پی کے کتاب کھولتو نوروؤی مُڑ آوے تھو۔ جمیا وادودھ کو چکوغنی اَگے تے پنگ نورانا۔ لوہوتی ناں روٹی گُنھ کے کھوال کے غنی نا سکول ٹور چھڑے تھی ور نورانا ہوروی جور بخت تھا۔ شٹل کی بوری کپ کے لیانی، سروں کڈھنی تے بہار آیاں ماں پتراں کی یاہ گھاہ کی بھروٹی کپ کے سکول جانو تے بڈھی کہہ وی چھڑے تھی۔ چھیٹ ٹھہر کے چلے گیو تے تیری تنخاہ کٹے جائے گی۔ ماسٹر نے جھڑک چھوڑیو تے کوئے چک لگ جائے گو۔ سکولوں پنج ست چھٹیں کدے لگ وی جائیں۔ ایک دوچر کا آنّ کی اِک دوصفائی نہ کرن تے باقی سبق کی ہوتیں تاں کے تھو۔ ماں باپ تے پہلاں ہی ٹرگیا تھا جے اُنہاں اگے آکے روتو۔ ماترے تے گل کرتاں ہی جیبھوں پکڑے تھی۔ غنی ناں تے وہ بل گلیں گلیں نبھ جائے تھو۔ اُس کا سارا طعناں مخول ماں روڑھ چھوڑے تھو' ماسٹروی سیانا ہیں جان دیکھ کے ماریں...... ماریاں ماں وی تیرے ہاروں ٹھُڈ تے نہیں کڈھتو۔ تیرے مارتاں ماں اُنہاں نالاجی آتی ہوے گی۔ مریاوانا کے ماراں، وجود دیکھ نا پلرو، کیڑی لڑ جائے تاں وِی چاردھیاڑ اپجتور ہے۔ توں وی کوئے جنوں ہے؟'' امتحان ہوتاں ہی ماسٹراں کا سارا نہورا بھارا دھوئے جائیں تھا تے وہ وی باقی گیراں ہاروں پاس ہوجائے تھو۔ ماسٹر اُس نا زوریں پاس کر چھوڑیں تھا۔ کدے اگلے سال یاہ سختی مھارے سر نہ چڑھ جائے۔ پردسویں ماں نورانے اتنی لنگڑلائی کی پچھلونڈئیں مُڑ آیو۔

غنی ناتے ماں کسے چیز کوار گاہ نہیں تھی لگن دیئے۔ پیسہ وی جور تھا، گوچھی کر کے رکھیاوا۔ کھلیتی دار واہ کسے انسان کا بچہ نا نہیں تھی دیکھن دیئے، کدے ستویں بچالے چھپا کے رکھے تھی۔ غنی آرام نال پڑھتو رہیو تے چھیکڑ وہ ملازم ہو گیو۔ اینویں کیویں نہیں بڑو افسر، تھانیدار بڑو کوئے مخول تے نہیں ہوتو۔ اسے گلوں اَج مقدم جسا آدمی بھی اُس کی عزت کریں تھا۔ مقدم کو سارو ٹبر بھانویں اَج عام لوکاں ہاروں کا چھوور تھوستو وو۔ پر غنی منجا تے بستر ہ ور پر لی کوٹھی ماں سوالیو وتھو۔

یو ہی کجھ سوچتاں سوچتاں پتو نہیں کہڑے ویلے نورا کی اکھ لگی گئیں۔ لو ہوتی نال کجھ پتلی جئی آواز آئی جس طرح کی مولوی لوک کہیں قیامت آنے دھیاڑے آوے گی تے سچیں ہی جھٹ توڑی سارا اپنا پلا چھنڈتاں تے اُکھ ملہوتا اُٹھن لگ گیا۔ نورا نے وی نکو دھونگیو جا کے مونڈھا نال لایو تے باہر پسار ماں دھر کے نماز پڑھن ٹر گیو۔ دینہہ کی رسمیں مڑیو تے اجاں مساں غنی وی کوٹھی کا بھت بچوں باہر آوے تھو۔

پہلاں تے فر غنی کدے لوکے رشوئیے ہی نورا نال مل چھوڑے تھو۔ و رہن افسر بنن تیں پچھے سروں نہیں۔ اَج وی اُس کے نیڑے جان واسطے نورا نے جورا ٹاٹو لا کیا تھا ور غنی سر کھلا کر گیو۔ پڑھائی وی، چنگی زمین تے شونقاں کو بیاہ کر کے وی نورا دروں متھا ور گھر نج ہی گھل رکھے تھو۔ نورو چنگو جھٹ اُس در ترو تر دیکھتو رہیو تے فر سر اِک پاسے کر کے اپنا دل ماں سوٹھو کیو۔ خبرے اِسے نال دو جائیگی ہوگئی۔ سارو دُتھر گیرا ور چھنڈتاں ماں وُہ بانہوں پکڑ کے جھنجیاڑیو۔

"چل بچہ! تناں سکولوں چر نہ ہو جائے!"

سلُونا اتھروں

یار با! ہم کت پہنچ گیاہاں، نہ لو، نہ بستی، نہ کسے نالؔ جانؔ پچھانؔ جے شہر وِی اِتنواُجاڑ ہوے فر شہر تے گراں ماں فرق ہی کے رہیو ہوں اپنا ہی دل نالؔ یہ روڑھیا کرن لگو روح آیو جے ڈرائیور کا باپ دادا نا کتھ چھڑوں۔ جس نے اس ویلے ات آنؔ لاہیاہاں پر اُس بیچارہ کو وی کے قصور ہے۔ یوہ وِی خورے اوپرو ہوئے گو۔ سارا لوک حیران ہویا واتھِا صاف اندھیر و گبار ہتھ نا ہتھ نہیں تھو پچھانے تے بدل کہہ جے اَج ہی بروں۔ راہ پچھنؔ جو گودے کوئے تھو ہی نہیں اُت! میں بلیّں جے ٹٹول کے اپنؔی بیٹری کڈھی تے پرانی تک پر اسلم کا گھر دار ٹر پئیو۔ جہڑ واڈہ تیں تھوڑو ہی دور ہوے تھو...... ہوں کئی سالاں کے بعد آیو تھو۔ انہاں جگہاں کو ہنؔ میرا دماغ ماں اینویں خواب خیال ہی تھو۔

دسویں پاس کر کے جد میں کالج ماں داخلو لیوتاں وی ہوں اِت صاف اوپرو چوپرو تھو، یاہ میری خوش قسمتی تھی جے منّا اسلم جسو دوست لبھ گیو۔ مھاری دوستی بدھتی گئی تے آخر ہوں اسلم ہی کے گھر رہنؔ لگ گیو، جہڑو کالج تے تھوڑو ہی دور تھو ہوں اسلم کی دوستی پر جتنو بھی فخر کروں گھٹ ہے۔ ہم نے کدے کائے گل اک دوجا تیں چھپا کے نہیں رکھی۔ ہوں 'اُس' کی گل وِی اسلم تیں نہ چھپا سیکو تے فر کے تھو

ہوں جدوی چھٹی تیں بعد گھروں مُڑ کے آتو اسلم زبردستی میرے کونوں ساری گل کرالئے تھو۔ واہ کسی طرح کی ہے۔ کے کرے تم کے کے گل کرتا رہیا تے آخر منا فر ساری گل سنانی پے جائیں۔ اتنی سوہنّی ہے کے دسوں!۔

اسلم کہہ ہوے 'جمیل توں بڑو خوش قسمت ہے اِت شہر ماں وی جو رہیں وَر،...وَر کے؟ ہوں ٹوک لیتو تے اسلم فر اپنو سارو فلسفو جھاڑ چھوڑ تو، جمیل توں سمجھتو نہیں نا یوہ شہر ہے۔ انہاں لوکاں نا صرف پیسا گننّ کی جاچ ہے دِل، جیسی چیز نہ انہاں کونے ہے تے نہ انہاں نے پیار محبت نال کسے نال گل کی۔ جس ویلے اسلم بچ جذباتی ہو جائے تھو۔ ہوں اُس نا ہو ٹھے ہو ٹھے لالیوں تھویوں تے اُسنا ہوں ٹھگ لیؤں تھو پر یاہ گل شاید اسلم نا مچ ستاوے تھی تے وُہ ہمیشہ حیران دسے وے۔ منا سمجھ نہیں آئی اک دن ہوں جد گھروں واپس آیو تاں اسلم بڑو خوش تھو۔ اَج ہی تے مناوی چھیڑن کو موقعو ملیو تھو میں وی اُس کولوں گل کڈھا ہی لی۔ وہ موسی کے گھر گیوؤ وتھو تے اُت کائے حور دیکھ آیو تھو۔ کدے تیں آئی وی اُس توں پچھے تے اُس کی تعریف کر کر کے نہیں تھو تھکے وے۔ آخر اُسے دھیاڑے ہم نے اک دو جانا دسنّ کو وعدو کر لیو۔ ہو ٹھے تے مھاری پسند اک ہوے اِت دیکھاں کونّ بدھے!۔

خوشیاں کا دھیاڑا تے گذرتاں پتو ہی نہیں لکتو۔ بی اے کر کے اسلم نا نوکری مل گئی۔ تے ہوں اگے پڑھنّ واسطے یونیورسٹی ماں چلے گیو۔ اک سال بعد جد ہوں گھر آیو تے میں سنیو۔ ''شیما'' کو بیاہ ہو گیو۔ یاہ گل سنتاں ہی جس طرح سپ سونگھ گیو ہوے۔ میرا پیراں ہیٹھوں مٹی کر گئی۔ منا یقین ہی نہیں تھو آوے پر یاہ گل سچ تھی۔ شیما نے میرا پیار کی نشانی ساراں کے باندے با چھڑ دریا ماں پھینک چھڑی

تھی۔جداُس نے کسے ست بیگانہ واسطے ہاں کی تھی۔ہوں کے کرتو پتھر بن کے چپ ہوگیو۔اُف وی نہ کرسکیو۔شیما اپنا بابا کا گھر تیں زیادہ میرا دل ناویران کرگئی تھی۔

میں اپنا دل نال قسم کھائی۔نہ ہُن اُس پا سے مڑ کے آنو تے نہ بیاہ کرنو ہوں یاہ مصیبت وِی جس طرح ہوسکیو برداشت کرلیوں گو کسے نالؔ کوئے نہورونہیں کرسوں۔کسے نا کائے گل نہیں دسنؔ لگو۔جذباں پر جندرا چاہڑ لیوں گو۔اسے خیال نا لیکے ہوں اسلم ناوِی ملن تیں بغیر ہی یونیورسٹی ماں مڑ آیو تے پڑھ لکھ کے اسے پا سے نوکری کرلی۔

ہوں دریا کے اُرار لے کنڈے کنڈے ٹرپیو صرف اپنو سفر لورو کرن واسطے اُس نشانی کی تے منا اُمید ہی نہیں تھی۔دریا بُڈھوئی چیز وی کدے لبھی ہیں۔ ہوں آہستہ آہستہ ٹرتو رہیونہ کدے بسھونی کی۔نہ کسے بوٹا کو چھاملو ہی نصیب ہویو۔ اُسے تپتی دھپ ماں زمانہ گذر گیا۔اپنا دل نالؔ زبردستی کر کے کدے نظر اُپر نہیں چائی جے دیکھ ہی لیتو۔اس دریا کے پار لے پا سے جت چھاں ہی چھاں ہے۔بوٹا تے نیل ہی نیل ہے۔ریت کوناں نشان نہیں۔اُس کنڈے شیما کو کے حال ہے۔اُس کو سفر کس طرح گذر رے۔کئی میلاں توڑی دریا اُسو ہی دِسے تھو۔لہریوؔ وتے شونکار مارتو۔خورے کتنا ہی کا ارمان روہڑ لیا یو ہوے گو۔ہنؔ ہوں اتنو تھک گیو تھو جے میرا ماں تے بیلا پتھراں ماں کوئے فرق نہیں تھو۔خورے تھک کے کت رہ جاتو ورفر ہوں دِل ناوعدہ کرا کے ٹرپیُو۔میں تے قسم کھاہدی وی تھی اِسے پا سے ریت پر ٹرتو رہوں گو کدے پُل کتے لبھ گیو تے قدم پار لے پا سے نہیں رکھسوں۔بھانویں پار لے پا سے جنت ہی ہووے۔ہوں سر بنھاں کر کے فرٹرن لگ پیُو تے پتو نہیں کناں

خیالاں ماں گم مچ دور پہونچ گیو۔

رات کا دس بج گیا تھا ہوں اندھیرا ماں دھکا ٹھہلا کھا تو اسلم کا گھر توڑی پوہچ گیو۔ بو ہوٹھڑ کایاں ماں اک جا تک نے بھت کھولیو تے پچھانڑ تیں بغیر ہی کہنڑ لگو' آو چاچا بیسو' منا بیٹھک ماں بسال کے اچر ہوں اسلم کا بارہ ماں پچھتو وہ دوڑ کے دوجا کمرہ ماں لنگھ گیو۔ شاید امی نا کہنڑ واسطے جے کوئے آیو ہے۔ اُت بیستاں ہی میری نظر سامنے کندناں لگی وِی تصویر پر پئی۔ ہوں حیران ہوگیو۔ اک بار پھر اکھ ملہو کے دیکھیو۔ یاہ تے واہی تصویر ہے۔ جھڑی میں شیما کے گھر دیکھی تھی۔ شیما کہہ تھی جمیل دیکھ یاہ تصویر کتنی سوہنی ہے۔ یاہ چڑی کتنی چنگی لگے۔ میں کہیو تھو تصویر چنگی ہے۔ پر اِنہاں چڑیاں کو کے اعتبار اَج کدے تے کل کدے۔

اس تصویر نا دیکھ کے کُجھ سوچاں ماں ڈب گیو' ہوں یوہ کت پہنچ گیو ہاں' میرا پیراں ہیٹھوں ویہہ ریت کا دانہ کنگا گیا ہیں۔ اتنی دیر ماں آواز آئی۔ جد میں پچھاں مڑ کے دیکھیو۔ تاں میرے پچھے شیما کھلی تھی۔ یاہ واہی شیما تھی جس کی میں قسم کھادی وی تھی۔ جے سامنے آوی گئی تے پچھانسوں ہی نہیں، جس طرح کدے سئی نہیں تھی۔ جس طرح کائے اوپری چوپری ہوے۔ پر دِل پر کد کوئے قابو پاسکیو ہے۔ اکھاں ورکس نے پہرہ بسالیا ہیں۔ اتھرواں اگے کس نے باڑ دتی ہیں۔ ہوٹھاں ورچ ساری گل آئیں ورہوں کجھ نہ بول سکیو۔ میں ساریں گل روک لئیں۔ اُسے شیما کی یاداں کو واسطو دے کے۔ شیما کی وی کجھ اسے طرح کی حالت تھی جس طرح دوہاں نے عمر ساری کنی کنی گذار کے پیار کی واہ نشانی اَج فرلوڑلئی ہوے۔ جھڑی کئی سال پہلاں ہتھ بچوں چھٹ کے دُنیا کا رسماں تے رواجاں کا دریا ماں ڈھ پئی تھی۔

شیما کی نظر وی اُسے تصویر پر جمی وِی تھی۔ تے اُس کی اَکھ وی بھج گئیں۔ منّا انہاں اَتھرواں کو سواد عجیب جھیو لگے تھو۔ یاہ خوشی تھی، غم تھو یاد تھیں جے کجھ ہور...... شیما کا وی ہوٹھ ہلیا پر...... لفظاں کا اِس پُل تیں ہم اُرار پار نہ چڑھ سکیا...... اتنی دیر ماں اسلم آ گیو...... وُہی اسلم میر و دوست جھڑ و منّا جان تیں وی پیارو تھو۔ جس نالؔ میں وعدو کیوؤ تھو۔ ضرور تنا اپنی پسند دسوں گو۔ اکھاں در دیکھ کے شاید اسلم سب کجھ سمجھ گیو تھو۔ ہوں اسلم نا کس طرح کہتو۔ ''اسلم یاہی ہے میر پسند!''۔

....

ہڈیاں کی مُٹھی

جوانی بیلے وہ سچیں رستم تھو۔ بھانویں مار کٹائی تے پہلوانی نہیں تھو کرے، بُد کر چان تیں وِی الس کرے تھو۔ پر اپنو کم چنڈ کے رکھے تھو زمین باہ دو ہر کے لوکاں تیں پہلاں ہی تیار کر کے رکھنی، آساں پاساں کا اجاں منہ ہی پر دانہ سٹن گا گندو دلیل کرتا ہویں تے رستم بیج کے وی ہل کنڈ کڈھ چھوڑے تھو۔ تے فر لوکاں کی مک جمتی ویں تے اُس کی گوڈی ،لوگ گڈتا وہیں تے اُس کی سیل تے اسے طرح ساراں تیں پہلاں دھو کرنو وی تے سٹنو وی۔ اگھاڑی رچن آلا راچانا تے پتو ہی ہوے تھو اس سال کی بسم اللہ رستم کی اگھاڑی توں کرنی ہے۔ باپ داد نے تے بھانویں مچ کجھ نہیں تھو چھوڑیو ورا پنا لِنگ لا کے اُس نے سانگا شانگا بنا لیا تھا تے کوٹھا اُسے پرانا پر کڑیں سٹ کے باٹو ساٹو کر لیو تھو۔

جور ہوتاں ساتاں کوئے گھٹ نہیں گذار تو پر رستم اس تیں بری تھو اس نے نہ کسے پر تھپ ماری تے نہ کوئے گوا ہنڈی تنگ کیو۔ تنگی تکلیف جھل کے گیر وی پڑھا لیو تھو۔ گیرو تھو اک ہی اس گلوں دُھکھتو رہ ہوے، کدے اس ناوی بانہہ جوڑی ہوتی چنگی تھی۔ رشید ناہمن پڑھ لکھ کے چنگی جئی نوکری لبھ گئی تھی۔ باپ کے سامنے بول تے نہیں تھو سکے۔ ور سوچے یا ہی تھو۔ بچارو بڈھو ہو گیو ہے، تاں یہ روڑھیا کرتو رہے۔ اج زمانو کہڑو ہے۔ تے فر بانہہ جوڑی، تے کنڈ ور ہتھ، تے پتو نہیں کے کے سوچتو رِہے۔

ہور تے رشید کی گل خبرے سچ ہویں یا نہ پر بڈھیماں آلٔی گل تے سولاں آنہ صحیح تھی۔ اَج تے خبرے کوئے دیکھ کے امتّاں وِی نہ کرے جے یوہ وُ ہی رستم ہے جانوں وی پچھلے حال، ہڈی نکلیں وِیں تے چمڑی جے چوُنڈھی ماں پکڑن ہوَے تے سوکھلی کھوئے آوے۔ اکھ وی پر مٹاں ہیٹھ پچھاں اوہلے ہوتی جائیں تھیں۔ زمین تے خصماں کولھو پی کے چار سیر دانہ دئیں تے رستم کوہن یوہ حال تھو۔ جدوُہ بیس گیو تے سانگاں نے تے ہُن بیسو ہی تھو۔ رشید تے اس جفاکشی جوگو نہیں تھو۔ رستم کوہنؔ مُڑ گھِڑ کے حقہ نال بپار تھو۔ جس پیڑھا پر بیس کے وہ نکاں ہوتاں چٹکار کڈھتو رہ ہوے۔ اُت بیسیاں ماں خبرے ہنؔ ہڈیاں کا چٹکار نگلیں تھا، اس گلوں ہنؔ دہ چولھا کا ڈل نال ہی بیسے ہوے۔

بڑی مدت توں بعد اَج وہ پتو نہیں کس طرح اِنگا آ نکلیو تھو۔ سارا گراں ماں بہار آئی وی وی تھی۔ سروں پھلی وی تے بلناں کے آسیں باسیں سِی جگہاں ماں پودنہ کی مشک، اُنگا ککو وی بولے، بہار کو آ گو۔ اِک نکو جھو گیرو جس نے چھٹری کُرتی لائی وی تھی چچھے پتر کی ناڑی بنا کے ڈلا پر لاوے تھو تے فر وہ اُسے گیرانا دیکھنؔ لگ پیو۔ باپ ہل با ہوے تے وہ نکو بٹہ چن چن کے بناں ماں ڈھیری لاتو جائے تے سانگا کے بشکار پچیاں ماں اک ادھ سیاڑ ماں وہ بھی جنگی نال ہتھ لا چھوڑے تھو۔ پچھوالی بلنؔ کڈھن جو گو تے نہیں تھو ور بناں پر بھرُ وردین واسطے تیار ہو جائے تھو، تے فر بر ہیا وی نالو نال۔ دیکھ دیکھتاں سیال آ گیو۔ ساراں نے بنائی تے اُس ناوِی پوُل بنا دتیں۔ برف سٹتاں ماں وہ بھی کوٹھا پر چڑھ جائے تھو۔ برف سٹن نہیں، برف کی مانی بنان واسطے۔ فر اندر مڑیاں ماں باپ ناٹھم پچھے تیں موگری چا کے دتی، بیڑ

کٹن واسطے۔ پیڑھا ور بیس کے لنگڑ لائی تے ڈولن ماں سجی کے بچ پیر مندھیا۔ باپ کے مکی ماریں تے مڑ کے سوگیو۔ لوہویاں ماں جے بہلو ہویو تے کھینو کڈھ لینو تے یا سنگی دوترے جوڑ کے اگھاڑی آلا سانگاماں اِٹی ڈنڈو شروع!

نکی لو بانگ سن کے جد گھر کا سارا جاگیا تے اَج رستم کی اکھاں ماں اتھروں تھا تے مڑ مڑ کے کنداں تے کڑیاں در دیکھے تھو۔ رشید نے پچھیو وی پر وہ کجھ نہ بولیو تے اینویں کسے نا تے کے پتو لگے آجے بڈھیڑ اَج اپنا بچپن کا خواب دیکھتو رہیو ہے۔ رشید نے انداز ولایو خبرے اس کچہ کوٹھا دروں اَتھروں آیا ہویں گا۔ اُس نے پہلا ہاروں اَج وِی جور لایو بابا پیساں کو کہڑ وگھاٹو ہے۔ ہوں پکو کوٹھو بنواؤں گو پار لا تلا ماں۔ پکی کند، بھتی دروازہ شونق کا تے اُپر ٹین سٹاں گا نہ برف سٹنی پوئے گی نہ کجھ، چولھا گی جگہ ہیٹر تے گیس کا چولھا لے آواں گا۔

یہ گل سنّ کے رستم کا ہور دوترے موٹا موٹا اتھروں کر گیا۔ رشید نا کجھ نہ سمجھ آئی اُس نے سوچیو خبرے مقدم ولیا کی گلوں بابو حیران ہے۔ ولیو مقدم تے نہیں تھو تے نہ اُس ماں مقدم بننّ کو کوئے کرتوت تھو فر وی پتو نہیں کیوں لوک اُس نا مقدم کہیں تھا۔ اتنی گل تھی دھیاڑا ناںّ کجھ پھر پھُر آ گئی تھی تے طرو شملو وی، راکھا پٹواری ناںّ وی سلاما علیکی تھی۔

بناں پروں اگاں اوکڑنو تے مقدم کی پرانی عادت ہے پر پچھلا سال توں پٹواری ناںّ جوڑ جٹو کر کے رستم کوٹھا کی اک گُٹھ کی وی پراں اپنے درنشاند ہی کرالئی تھی۔ رستم نے جوانی بیلّے کسے ناںّ کھوہری کھپری نہیں کی تے اَج کے کرتو۔ جد بڈھیماں نے صاف چکرونڈ کیو تھو۔ رستم کہہ تھو، جگہ چار مرلہ تم ہوٹھے تیں لے لیو۔

ور میرا کوٹھا نانہ چھیڑیو۔ رشید نا یاہ گل وِی اوپری لگے تھی۔ اک گُٹھ کے بدلے چار یا دس مرلہ کیوں دیاں۔ جے دینٹی ہے تاں یا ہی گُٹھ دے چھوڑاں ہم وُہ پار نووَں سوہنو کوٹھو بنالیاں گا۔ جدوُہ کجھ نہ منیو تے تاں رشید یا ہی سوچے تھو۔ جس طرح پہلاں دو سال شہر ماں لایا ہیں اُتے چلے جاؤں گو۔ بیاہ کروں گو، اُتے ٹکیو رہوں گو۔ ات کونڑ اِن لوکاں ناں مغز کھپائیکر تو رہے۔

اگلی رات خفتاں ویلے پتو نہیں کس طرح بڈھو رستم آپ رشید ناں گلیں لگ گیو تاں آ بچہ مکی مار! تے بڈھا نے گڑگڑی کے ناں ناں بلیں بلیں گلی کتھی وِی شروع کر لی۔ بچہ توں میری گلاں تیں خفا نہ ہوئیے!۔ میں تنا ککھ نہیں کرن دتو۔ تیرے کونے پیسا تھا فروی میں یوہ کوٹھو نہیں پٹن دِتو۔ اس کوٹھہ ماں میرو ایک پرانو سنگی بسے میرو بچپنو۔ اس کی ہر گٹھ تے ہر کھنھ ماں، چلھا کا ڈل ناں، تھلا پر۔ اُس کی کڑیاں تے کنداں نے وی ہوں بڑو لاڑ ناں پالیو وہاں، اسے گلوں میں ولیا نا کوٹھو نہیں پٹن دِتو اُس نا ایک مرلہ کے بدلے واہ کنال ساری جگہ دے چھوڑی۔ اِس نا پٹیاں ماں منا کتنو جعف ہوے گو ہوں تناں کس طرح دسوں، میرا ہنڑ پتر پیلا ہیں۔ خبرے کہڑے ویلے ...... وہ گل کرتو کرتو چپ ہوگیو۔ اکھاں ماں اتھروَں آ گیا تے فر چھپٹ ٹھہر گے بولیو، توں جنگا مرضی جائیے۔ جت مرضی کوٹھو بنائیے پر ہوں مرگیو تے میری ہڈیاں کی مٹھی وی اِسے جگہ دھریو، جت میرو بچپن بسے، جت کو بٹو بٹو میرو واقف ہے۔ میرا اعمال کو بھیاں ہے!۔ فرنکی لو رستم نہ اٹھیو وہ لمی نیند سو گیو تھو۔ ہمیشہ ہمیشہ واسطے۔

دھیاڑا نا دھیاڑ وکھا تو گیو۔ رشید نا شہر گیا نا کئی سال ہو گیا۔ بیاہ کیو، نکا وِی

ہو یا۔ اُنہاں کو پڑھانڑ لکھانڑ وی۔ وُہ اک ہور ہی پیڑھی کو منڈھ تھو۔ اُس کو نئے کرایہ کو شاندار مکان تھو۔ پر وہ مزمان جھڑ و دھیاڑا نال ساراں کو لے آوے۔ رشید کولڑ وی پہچیو۔ وہ بھی رات رات جاگنڑ لگو چِر توڑی کجھ چھت تے کندھاں در دیکھن لگو جھڑی مچ چمکیں تھیں۔ پکھا تے بجلی تھی۔ ورا اتنا سال رہنڑ نال وِی انہاں نا اپنی نہیں تھو کہہ سکے۔ گھر کا ٹبر ماں وِی کوئے اس طرح کو نہیں تھو، جس نالڑ دل کو ہُسٹر کڈھ لیتو۔ تے فر خبرے کے کے دلیل کر کے اپنا باپ کو نقشو اُس کی اکھاں اگے پھر گیو......

''بچہ اس کوٹھا ماں میرو اک پرانو سنگی...... میرا غمال گو پیہال...... اِت کو بٹو بٹو میرو واقف ہے...... میری ہڈیں وی اتے دب چھوڑیئے''۔ تے رشید بدرھک کے اُٹھ بیٹھو، اِت میرو کے ہے ککھ وی تے نہیں۔ یوہ تے سب کجھ انہاں لوکاں کو ہے۔ ہائے اللہ اِت تھم وی تے نہیں جے انہاں ہی ناگل لا کے رولیوں، سننڑ آلو وی کوئے نہیں۔ سارا ستاوا تھا۔ اُس کا ہوٹھ چھٹ اک ہلتا رہیا جس طرح کہتو ہوے، منّا اُتے لے چلو جت چلھا کا ڈل نال ہوں بابا کے مکی ماروں تھو جت کی کندھ تے تھم کڑیں میرا واقف تھا۔ تے فر رشید وی چپ ہو گیو ہمیشاں ہمیش واسطے۔!

....

مُکتی گل

سید ساراں تیں نکو ساراں تیں تکڑو تے ساراں تیں اَڑ وت تھو، اُس نے دوئے بھائی بیاہ ہوتاں ہی کنی کرا چھڑیا تھا تے ماں ناوِی ہلدی لانۡ جوگی کر کے بڑا بھائی کے چھوڑا آیو تھو۔ باپ بچارو تے انہاں قضیاں تیں پہلاں ہی اللہ پاک نے چھڑ کا چھوڑیو تھو۔ یاہ گل گراں ماں کسے ناوِی چنگی نہیں تھی لگی سو میریا تیں جہڑو سید کو حامی تھو تے گراں کو ڈیڈھ مقدم، اُس نا کم کاج واسطے پوہ چنگو جنوں اَڑ کے تھو تے شاید یاہی سوچ کے اُس نے جنتی کا ساک کی گل اُس نالۡ کی تھی، تے سید کولوں سال ایک لواوی لیو تھو۔ پر اس گل کی میریا تے سید تیں بغیر دوجے کن کسے نا خبر نہیں تھی تے میریا نے جنتی اَٹھویں پڑھتی پڑھتی سکولوں موڑ لئی تھی، یاہ گل اسلم نا بڑی مندی لگی تھی۔ ور اُس کی باپ اگے کے چلتی تے باپ وی میریا جسو جنتی اسلم کا چاچا کی دھی تھی تے ماں کے ساکوں موسی کی دھی، پر خدا نے نکا ہوتاں ہی بے سہارا کر چھڑی تھی تے اس نا پالنۡ کو کم اسلم کی ماں نے ہی کیو تھو۔ صرف بھانجی سمجھ کے نہیں دھیاں تے وِی اگے۔

اسلم ہنۡ کالج ماں پڑھے تھو، اُنگا ہی ہوسٹل ماں رہے تھو، آخر میریا نے اسلم نا شہروں بلانۡ تے بغیر جنتی کو بیاہ سید نالۡ کرا چھوڑیو۔ جنتی نا کسے نے صلاح پچھی تے چپ کر کے ڈولی ماں گھلنۡ چھوڑی وَر ہوئی واہی گل جہڑی کو لوکاں نا شک تھو، جنتی روتی روتی تیجے دھیاڑے مڑ کے گھر آ رہی۔ کوڑھیا نے کٹ کٹ کے مور سیلیا

واتھا۔ تے سید سبیلے ہی میریا کو آٹو پیسن واسطے جندر چلے گیو تھو۔ گھر آ کے جد اسلم کی ماں نے جنتی کی یاہ حالت دیکھی تاں سید کا سارا کھاتہ نا ایک ہی ساہ ماں درود پڑھ گئی۔ ور میریا کی اکھاں درد یکھتا ہی سر بناں کیو و جنتی نالے کے اندر چلی گئی۔

سید جنتی نا اپنے نال لے جان نہیں آیو، فروی سید نے میریا کی طبیعت ماں فرق نہ آیو کہیں اپنا کون کو درد ہوے۔ پر میر یو شاید اس محاورہ تیں بری تھو۔ اُس نے اپنے ہتھیں اپنی دِھی دوزخ ماں دِتی وی تھی۔

جد اسلم نے جنتی کا بیاہ کی گل سنی تاں وہ گھر آن تیں ہور ہی باٹو ہو گیو۔ اپنو گھر تھو آخر چوتھے مہینے جد گھر آیو تاں جنتی کی حالت دیکھ کے ہور وی دُکھتی ہو یو۔ میریا کی دڑنا ہاروں رتی اکھ دیکھ کے گراں ڈر جائے تھو۔ اسلم کی کے مجال تھی وہ تے اسکو پوت تھو۔

سید کی کچہری کی گل جد میریا کے کنیں پئی تاں اُس نے سنہیو دتو۔ نکیا جے گیری لے جانی ہوئی تاں اکلو آیئے۔ میریا ور کچہری کرن آلو اَج تک کوئے نہیں جمیو۔ تے اسے صلاح پر دو جے دھیاڑے۔ سید میریا کے گھر پہنچ گیو۔ میریا نے لموں جو سوٹولا کے حقہ کی نڑی پراں موڑ تاں ماں کہیو ''کے صلاح ہے رے تیری'' سید اگر یڑے ہو کے میریا کی پنی گھٹتاں کہن لگو ''ہوں کل وی تھارو غلام تھو، تے اَج وی یاہ گیری بے وقوف اینویں اِت بیٹھی وِی ہے تے اس نا چلا چھوڑ تا''۔ سید کی ایک اک گل اسلم نا زھر لگے تھی، نہ اس کی مرضی نال بیاہ ہو یو تھو تے نہ اس کی مرضی چلان کی تھی، پر اس کی منتو کون؟ اسلم کجھ حیران ہو کے پرانی یاداں ماں گم ہو چلیو تھو جے میریا کی آواز نے وہ جھنجھوڑ یو ''اوہ جنتی داں انگا باہر آ''، جنتی بلیں بلیں باہر آئی پر سید

پرنظر پیتاں ہی جس طرح اُس کا سارا سلہٹ فرڈُ نگھا ہو گیا ہویں۔

سید نے پنی گھٹتاں ماں کبر بُر کر کے میریومنا یوتھو، جس ویلٔے وی کوئے کم ہویو تے بندو حاضر، تے میریا ناہور کے لوڑے تھو۔ میریا نے کھنگ کے ذرا کہیو تیار ہوجاتے یوہ سید کے نالٔ جا اس ناکدے گوگی تتی کر دیا کر، یاہ گل سنٔ کے جس طرح جنتی کا لنگاں تیں ساہ نگل گیو ہوے۔ بولی ''مناں بھانویں دریا ماں سٹ چھوڑو پر! ...... میریو فرگجیو تے جنتی کی گل ادھی رہ گئی۔ ' تیری جیبھ نا قینچی لگے جھڑی اس طرح بولے، پڑھ گئی چار جماعت جے قہر ہو گیو! آخر کدے رات کڈھنی ہے نہیں۔ اسلم تے اس کی ماں بت بن کے جنتی کولے کھلا ہویا وا تھا۔ اُن کی اکھاں ماں انکار صاف دسے تھو، پر میریا نے اُن کی پرواہ کرن تیں بغیر ہی اپنو فیصلو سنا چھوڑیو'' نکیئے مکتی گل ہے تناں جانوں پوئے گو تے تیار ہوجا''۔ جنتی چپ کر کے بوٹ لانٔ لگ پئی۔

اسلم کئی منٔ بھارا اپنا دماغ پر لیکے منجا پر ڈھے گیو تے بچپن کی ساریں گل اُس کی اکھاں اگے پھر گئیں اس ناویہہ دِن یاد آیا جد جنتی تے وہ دوئے بیس کے اَدھی ادھی لوئی رکھ کے سر ہلا ہلا کے سبق یاد کریں ہویں۔ تے فرنکی نکی گلاں پروں جھگڑ جائیں تھا تے فیصلہ واسطے سدھاماں کولے پہنچ جائیں ہویں۔

جنتی کہتی ''اوہ اماں اسلم کہے انسان باندر تیں بنیا واہیں۔ اسلم ترت اپنی صفائی پیش کرتو۔ اماں میں اپنے داروں یاہ گل کہہ کے کافر ہونو تھو۔ سائنس ماں یاہی لکھیوؤ ہے۔ جنتی فر بول اُٹھتی، کل کی موبلی صاحب کی گل نہیں سنی مسجد ماں کے کہہ تھو'' اسلم بول اٹھیو'' وہ تے مناں پتو ہے یاہی کہہ تھو نا انسان اشرف المخلوقات ہے

خدا کو خلیفو اس دنیا ماں ورہوں اس ویلے سائنس کی گل کروں تھو۔ اماں یہ ساری گل سنّ کے اپنا فیصلہ کُن لہجہ ماں کہے تھی۔ چھوڑ و سائنس نا تے انگا چلھا پچھے چڑھ کے دودھ نال روٹی کھالیو۔ جنتی ہستاں ہستاں روٹی کٹ کے اُس نا طنز نال بلاتی آ سائنس کیا بچیا کھالے۔ یہ گل اتے ہی نہیں تھی مکیں۔ دوجے چوتھے دھیاڑے فر یوہ جھگڑو کھلو ہو جائے تھوٗ۔ اسلم اپنیاں ہی سوچاں ماں رہیو تے اُس نا پتو ہی نہیں کس ویلّے جنتی چلی گئی اس کا قدم آہستے آہستے گھر دار بدھتا رہیا پر راہ جا تاں سید نے جنتی نالّ کائے گل نہیں کی۔ واہ وی بلّیں بلّیں اُس کے نالّ ٹرتی رہی جس طرح اپنا ارماناں کو جنازو لیکے ہمیشہ واسطے دفنان چلی ہوے۔

سحر گی کو بیلّو تھو۔ دور دور تک کدے لوکوناں ونشان نہیں تھو۔ جنتی بُلاتی وِی کس نا سید نے اُس کا دوئے ہتھ تھم نال بدھ کے واہ سوٹی نال بیتر چھوڑی تھی، جد آخری سوٹی لگی تاں اُس کو سر اک پاسے لڑک گیو، سید یاہ حالت کر کے کدے غائب ہو گیو تھو، دوجے دھیاڑے میریا کی لیتری تھی تے سید سویرے ہی سد یوؤ تھو، اڈ یک کے روٹی ویلا توڑی سید نہیں آیو تے میریا نے اسلم جانّ واسطے مجبور کیو۔ جا! تاں پتو کر اس ویلّے توڑی کوئے کیوں نہیں آیو۔

اسلم بلیں بلیں ٹرپیو۔ بوہا کے نچ پہچتاں ہی اسلم جس طرح گڈے گیو ہوے۔ نہ اگاں ہو سکیو تے نہ پچھاں، جنتی کی یاہ حالت دیکھ کے اُس نا فرشتہ چھوڑ گیا تھا۔ اس تیں رون وِی نہیں تھو ہوے۔ اتھروں جس طرح اکھاں وچوں ہمیشہ واسطے سُک گیا ہویں تے ہور کجھ کرن کو ہوش ہی نہیں تھو۔ جنتی کی اکھ سوالیہ انداز ماں کھلیں ویں پچھیں تھیں۔ ''انسان اشرف المخلوقات ہے، خدا کو خلیفو یا جنگلی جانور'' تے منہ

ادھوجھیو کھلّو وَو، اسلم آسے پاسے مڑیوئو وتھو، جس طرح جنتی کہتی ہوے، ’’اسلم توں سچ کہہ تھومناں تیری گل پر پورو یقین ہے:

’’انسان جنگلی جانور تین بنیو ہوے گو‘‘!

....

سچا اتھروں

لعل گدڑیاں ماں ہی تے ہویں۔لکھت گدا گراں نا شہنشاہ بنا چھوڑیں۔
ہوں تے ارلے پھیر ہاں، قدرت جس نا دیئے اُس تیں کوئ نی کھس سکتو تے وہ
ہوں ہی کیوں نہ وہوں، کسے کی محنت ضائع نہیں جاتی تے فرمیری کیوں جائے۔
کدے کدے خواب سچا ہو جائیں تے ویہہ خواب میرا ہی کیوں نہ ہویں۔ کدے
کدے معمولی انسان کوناں روشن ہو جائے۔ ہمیشہ واسطے دنیا ماں رہ جائے۔ تے وہ
ہوں وِی تے ہوسکوں۔ سلیم آپ مہار و ہوسٹل کا کمرہ ماں شیشہ کے سامنڑ بیٹھو و
سوچے تھو۔

جاتی بہار کا پیلاں پتراں ہاروں سال بچوں دھیڑو دھیڑو کرتو رہیو، گھڑیاں کا
دِن تے دناں کا سال بنتا گیا۔ وقت بدل گیو، جہڑو کجھ اسمان تیں وی اُچوسی ہوئے تھو۔
اَج پیراں ہیٹھ آ گیو تھو۔ سلیم کولے آج تعلیم وی تھی۔ عزت، اخلاق تے اللہ کی مخلوق
نال ہمدردِی۔ سارا جی کر کے بلاویں تھا۔ اُس نے اپنی برادری کی خدمت کرن ماں وی
گھٹ نہیں تھی گذاری کوئ بے سہارا نہ رہ جائے۔ کوئ یتیم یاہ نہ سوچے میرو ماں
باپ ہوتو تے ہوں وی پڑھتو۔ شوق کرتو، کسے دِھی بہن نال ظلم نہ ہو جائے، کدے
کوئ بناں تے ڈھوکاں پروں گھل نہ جائے......ایک ٹبر ہاروں رہاں۔

’’خواب کسے کی وارثت تےنہیں ہوتا۔ہم وِی تے دیکھ سکاں۔اَمیراں کا تدوتد سچ ہوجائیں۔مھاراچارادھیاڑ اٹھہر کےسئ۔بہل لگ گئی تاں کے ہے؟ ہم نا دنیاماں جین ماں تنگی ہوسکیں۔سوچتاں تے خواب دیکھتاں ماں ہم کسے کی بندی ماں تےنہیں۔ہم وِی تے ہرقسم کاخواب دیکھ سکاں۔مھاراخواب تے امیرکاخواب ماں تے کوئے فرق نہیں ہوسکتو۔مھارا سرس ہی ویں گا۔ہم کسے کی بھیڑی تے نہیں سوچتا۔ہم ناوی تے اپنٔوحق لبھ کے رہ گو۔بانوسلیم کابارہ ماں اس طرح کی مچ ساری دلیل کرکے تے فرلاجمی ناݩ سربناں کرلیو۔

سلیم تے واہ اوپری تےنہیں تھی۔اُتے گواہنڈ پررہ تھی۔سروں چار پنج سال کواگ پچھ ہوے گو۔پانی ورلنگتی پلنگتی ناتے وہ دیکھتو ہی رہے تھو،چنگی شکل آلٔی گیری تھی۔بیاہ کی گل تے خورے دِل ماں آتی ہوے یانہ پروہ سوچے تھو،بے چاری کتنی چنگی تھی،نکاں ہوتاں ہی بختے جد ہوگئی،نہیں تے اگریڑےتوڑی پڑھ جائےآ۔یاہ گل کِدے اُڈتی اڈتی بانوتوڑی وی پہچ گئی تھی۔

دھیڑانادھیڑوکھاتو گیوتے اک دِن وہ بھی آیوجد سلیم بانو کے گھرکوٹھی ماں بیٹھوؤوتھو،چاچانے سدھ کےآنیوتھوروٹی پانی تیں بعدمنشی چاچانے جھکتاں جھکتاں گل کڈھی’’کدےتم خفےنہ ہویں......تے اک گل کرنی تھی‘‘ تےحکم کرونا سلیم نے کہیو۔وہ کدکسےکودل توڑسکےتھو۔

منشی نے کہیو’’مھاری ڈاہڈی شونق تھی جے بانوکوہتھ تم نا پکڑا چھڑتا......

سلیم نے جواب دتو،تم اُس ناوی پچھ تے لیتا۔

’’ہوں اےہݨ پچھ لیوں گونا‘‘۔یاہ کہہ کےوہ خوش خوشاں بڑےاندر چلے گیو۔

سلیم کو منجو کوٹھی ماں بھئی کے ناڵ ہی ڈاہیوو تھو۔ اندر کی ساری گل سنۓ جائیں تھا۔ جدیاہ گل بانوتوڑِی پہچی تاں اُس کی اَکھ لہرناڵ دڑُنو ہوگئیں۔ ''تم نا میرو جیدے بھار ہے تے دریاماں سٹ چھوڑو، وہ جے امیر ہویو تے اپنے گھر ہوے گو''

سبیلۓ جد منشی چاچو باہر آیو تے سلیم کی اکھاں ماں اتھروں تھا۔ مُنشی سمجھ گیو تھو سب کجھ مگر وہ اتنو ہی کہہ سکیو۔ ''ہوں مجبور ہاں مناں معاف کریو''۔

سلیم بولیو ''چاچا تم خفے نہ ہویو یہ خوشی کا اتھروں تھا، آج ہوں خوش ہاں جے ہمڻ کوئے کسے پر جور جافتو نہیں کرتو۔ ہر اک اپنی گھاٹی باہدی ناسوچے، کوئے دِھی بہن کو زبردستی سودو نہیں کرتو، ہوں تھارے پر بھی خوش ہاں بانو پروی''۔

....

نویں سوچ

جس پاسے وی سنوں اک ہی گل سننڑ ماں آوے تھی۔ اَج درزی حسین کو اشرف دسویں وِچوں پاس ہوگیو۔ گل وی خوشی کی تھی اشرف پہلو آدمی تھو جھڑو اس گراں وچوں دسویں پاس ہویو تھو تے وُہ بھی چنگا نمبر لیکے۔ سبزہ کو تے حق بنے تھو جے واہ بڑیار کرتی۔ ماں جے تھی ور اُس کی اکھاں ماں اتھروؤں ڈول ڈول کریں تھا۔ شاید یاہ سوچ کے جے درزی آپ وی ہوتو تے یاہ خوشی دیکھتو۔ پر وہ تے مچ ساری خوشی دیکھنڑ کا ارمان دِل ہی ماں گھٹ کے ٹر گیو تھو۔

اشرف نیوں تے مچ ہی اچاٹی تھو ور اُس ویلے ڈُھکیو و مومن بنڑ کے ماں کے اَگے کھلّو ہویو وو تھو۔ چُپ کر کے سبزہ کی اکھاں وچوں کوسا کوسا اتھروؤں ڈھٹھا تے واہ اشرف کا مونڈھا پروں ہتھ چا کے چھپرا نال اکھاں ناپوچھنڑ لگی۔ اشرف تین جرن نہ ہویو تے پچھ ہی لیو اماں اَج یہ کہیا اتھروں؟

بچہ یہ خوشی کا اتھروں ہیں نا! سبزہ نے اشرف نا کہہ چھوڑیو۔ اچر توڑی اُس کی نکی بہن اندروں باہر آئی۔ اشرف نا اس طرح کھلاں دیکھ کے کھیچل کو روح آگیو۔ اُس نا کجھ لوڑ تو وے گوتاں۔ تاں اتنو بنیو وَو تھو۔ اماں اَج تے ہوں وی چوری کھاؤنگی۔ فاطمہ اک ہی ساہ ماں کہہ گئی۔ فاطمہ نا صرف دو ہی کم آنویں تھا مچ

گل کرتی تے اشرف ناں چھیڑ کرنی، باقی پڑھن کو تے روٹی کو کم سارِی گیری کرلیں۔ واہ دوجی گل تھی جے اجاں واہ صرف اٹھویں توڑی پہچی تھی۔ اندر گیاں ماں سبزہ نا ضد پوری کرنی پئی۔ دوہاں نکاں نا چوری بنا کے دِتی۔

اشرف بڑی رِکند کر کے اُس ویلے توڑی وِی چپ رہیو تھو۔ جہڑی گل وہ سوچتو رہیو تھو۔ واہ آخر ہوٹھاں پر آ ہی گئی۔ ''اماں ہُن ہوں کے پڑھوں؟

سبزہ نا ہاسو آ گیو۔ بچہ! مخول کیوں کرے۔ منا کے پتو توں اَج توڑی کے پڑھے تھو تے ہن ہوں کے دسوں۔ ہوں پچھوں سائنس پڑھوں جے کجھ ہور۔ اشرف نے فر پچھیو سبزہ تیں یاہ گل وِی اوپری تھی کہن لگی۔ بچہ یوہ سینس کے وے؟ اس سوال کو جواب دینیو بڑو مشکل تھو۔ وہ دسویں ماں پڑھی وِی لفظ سائنس کی تعریف لگو یاد کرن ور کجھ گل نہ بنی۔ فر سمجھان لگو اماں یہ جہڑی گڈی تے جہاز بجلی ریڈیو وغیرہ تے مشین ہیں نا۔ یہ سب سائنس آلاں نے بنائی ویں ہیں۔ نہ یاہ جہڑی مشین مھارے ہے کپڑا اسٹرن آلی یاہ وی۔ سبزہ نے سوال کرلیو۔ اخاں اماں یاہ وِی۔ اشرف نے کہیو ور ہوں تے تیری سائنس تیں پہلاں وِی یاہ مشین چلاؤں تھی۔ اشرف چپ ہو گیو تے فاطمہ نا گلاں کو موقعو لبھ گیو۔ ہن یوہ کہہ گو شیرا کی کھڈی وی سائنس آلاں نے بنائی وِی ہے۔ اماں اِک ہور گل دسوں۔ سائنس آلا کہیں جے ہم چن ور گیا وا تھا۔ سبزہ نے سوالیہ انداز ماں اشرف در دیکھیو تے اشرف وضاحت کرن لگو چن ور تے کئی واری گیا ہیں۔ اُت چھڑا پتھر تے ڈھاکا ہیں۔ ہور ککھ نہیں چن ور۔

یاہ گل وی سبزہ نا اوپری لگی۔ خبرے کے خیال کر کے اُساس مار کے چپ

ہوگئی۔اچھا؟............چھٹ اک چپ رہ کے بولی بچہ پڑھ نا جو کچھ پڑھے ہوں کچھ کپڑا سیٹر کے، کجھ سوت کت کے تناں دِیئوں گی ناپیسا۔

اشرف کالج ماں داخل ہوگیو۔ پڑھن ماں تے وُہ پہلاں ہی ہوشیار تھو، ور بابا کا مرن توں پچھے جھڑیں ترے ذمیداری اُس پر پئی تھیں۔انہاں نے اُس کونچن کدن بھلا چھوڑیو تھو۔غریبی وی تھی تے پریشانی وی پراُس نے ہمت نہیں ہاری اُس نا کدے بدل جھڑی ماں شونکار مارتاں کٹھاں، کسیاں وچوں لنگ کے جانو پوئے تھو تے کدے تندور ہاروں تپتی دھپاں ماں پیدل ٹُر کے کالج جانو۔

آخر خدا خدا کر کے دندے لگو۔سبزہ نا، نیوں لگے تھو جس طرح کلکھی رات تیں بعد دیہنہ کی لاٹ لگ آئی ہوے۔اُس نا مچ سارا خواب پورا ہوتا دسیں تھا۔ور اشرف اگے پڑھن واسطے یونیورسٹی ماں چلے گیو ہن کدے کائے جھگڑا آلی گل تھی واہ خوشی دیکھن کی۔اشرف جدوی گھر آوے تھو، سبزہ کہہ تھی۔دیکھ نا بچہ وہ مقدم کو ہالی تیرے تیں چار مہینہ نکو ہے فروِی دو جا تک اللہ نے دتا واہیں۔بستی لگی وی تے توں اجاں بیاہ واسطے نہیں تیار ہوتو دیکھ نا ہم نا کتنو خفو لگے۔اشرف نے نظر ٹھہرائی وِی خبرے سائنس کی کہڑی ایجاد کا بارہ ماں سوچے تھو تے ماں کی ساری گل سن کے مشکڑی مار کے کہن لگو۔

''اماں توں میرو مقابلو نذیرنال کرے۔یہ لوک سودائی ہیں۔انہاں نا کجھ عقل ہے جھڑا عمر ساری کسے کا حکم پر چلتا رہیا۔آپ وی کجھ کرسکیں؟ سبزہ کہتی سائنس کو تے منا پتو نہیں۔نیوں ویہہ تیرے تیں جیدے خوشحال ہیں۔اشرف بیاہ کی گل ٹال کے فرمکر جاتو۔

اشرف نا خوش قسمتی نالٓ یونیورسٹی کوامتحان پاس کرتاں ہی ریسرچ واسطے سیٹ مل گی۔ ہنڑ تنخاہ وِی جور لبھے تھی۔ ورکم اس طرح کوتھو جے دھیاڑی رات مشیناں ماں ہی بڑیاں رہنٹو۔ جے کدے سونڑ کی فرصت وِی لگ جائے تے دماغ ماں ویہی مشین تے تجربہ کدے ایٹم بم کا فارمولہ تے کدے کسے زہریلی گیس کا۔ کھانڑ پینڑ کی شونق ہی گھٹ تھی۔ سُک سُک کے تیلو ہو گیو تھو۔ اُت جھڑاوی کم کریں تھا۔ ساراں کو یوہی حال تھو۔

سال بعد جد واپس آیو تاں سبزہ نے ہتھ گھما کے اُس کو استقبال کیو وہ اَج وی سوچاں ماں گم تھو۔ پر اَج اس کی سوچ کجھ ہور تھی۔ اُس نے جھڑی گل پہلاں پچھی واہ نذیر کا بارہ ماں تھی۔ ''اماں نذیر کو کے حال ہے''۔

''چنگو بھلو ہے۔ آرام نالٓ کھائے پیئے۔ نہ کوئے فکر نہ فاقو۔ جھڑو کم دسیو کر چھڑیو۔ لوہڑے ویلے مڑتاں ماں شپاہی بولتو ہوئے''۔ سبزہ نے نذیر کا معمولات گن کے دس چھوڑیا۔ اشرف نا اس طرح لگے تھو جس طرح سبزہ کسے دوجا جہان کی گل کرتی ہوے جت اتنو سکون تے آرام ہے۔ وہ اَج سوچے تھو کاش یاہ ساری دنیاں سودائیاں کی ہوتی۔ روز شام ویلٰے بیت بولتا، رات کہانی سنتا...... عقل آلا تے دنیاں نا تباہی کے دندلے آیا ہیں۔

اُس نے سبزہ کی جھولٰی وچوں سر چایو۔ چھٹ اک اُس کی اکھاں ماں دیکھتو رہیو تے فرنکاں ہاروں اُڑی کر کے کہنڑ لگو''اماں مناوی کسے نالٓ ہالٰی لوا چھوڑ!''۔

سبزہ اَج فر اُسے طرح تعجب نالٓ دیکھے تھی، جس طرح واہ پہلی بار سائنس کوناں سُن کے حیران ہوئی تھی۔

زندہ لاش

دیگر کو بیلو ہے سیوؤں سیوؤں بدل برھ کے مساں مساں چٹکی نکلی ہے۔
نیلی نیلی رکھ کسی سوہنٹی لگیں۔اُچاں اُچاں نیزاں پر اَجاں وِی دُھند ہے۔ پار لے
پاسے دیار کا بوٹاں کے بِشکار چٹا چٹا چمکتا گھر کتنا چنگا لگیں۔انھاں ہی کوٹھاں کے
نالوں بناں اک کٹھو بگے۔ جھڑوا دیکھ دیکھتاں پسلیٹا کھا تو کھا تو دریا کے سامنٹے
جا تاں ہی اپنٹی حیثیت ضائع کردینٹ پر مجبور ہوجائے۔دریا پر اَج بارش توں بعد
پیہنگ دِسے جس کو دوجو سرو نکا تیں او ملے ہے۔
کتنو خوبصورت ہے یوہ منظر پر کس واسطے جس نا کوئے سہارو ہوے تے
جینٹ کو شوق، ورنہ یوہ سارو کجھ دِل نا ہور ہی دکھاوے۔اختر اَج اپنا پرانا کوٹھا کی بلی
پر بیٹھی وی یوہ سب کجھ دیکھے تھی۔ تے کدے کدے آپ مھاری ہس جائے تھی جے
دنیا کی خوبصورتی کو کتنو دھوکھو ہے۔ پر لے چندے ملوک کا بوٹا وَر چڑھی وِی ڈوبری
کی بیلاں نالوں لڑکتی چٹی چٹی تے لمی ڈوبری اختر نا اس طرح لگیں تھیں جس طرح
رسماں رواجاں تیں تنگ آ کے اپنی نیلی چھپری کی پھانسی لائی وی ہوے۔نسری تے
کچھی وِی مک نے وِی اختر کا ذہن کا تار چھیڑن ماں گھٹ نہیں تھی گذاری۔
اس طرح کا موقع کئی بار اُس کی زندگی ماں آیا تھا وَر وَاہ گھسا کے ہور کماں

ماں لگ جائے تے دِل نا ہوٹھے ہوٹھے کر لیئے ہوئے۔ پرواہ اَج موسم کی چال ماں پھس گئی تھی۔ اختر کی اکھاں ماں اَتھروں آ گیا۔ تے اُس کی نظر یاداں کا سلکا لوڑتاں لوڑتاں اپنا ماضی کا ڈُونگا سمندر ماں جا پئی، اُس کی سنبھال ماں آن تیں لے کے اَج توڑی کی ساری زندگی اکھاں اگے پھر گئی تھی۔

دِن بدلتاں دیر نہیں لگتی اے کل کی گل ہے۔ اختر نکی جئی سکول جانڑ لگی تھی محلّہ کا نکا سکول کے نیڑے گھٹ ہی لگیں ویں۔ لوک سوچیں تھا کس نے پڑھنو تے کا نہہ کی گل۔ اپے شوق مٹھی ہوجائے گی تے جے خدانخواستہ پڑھ وی گئی تے حاجی وی کے یاد رکھے گو، گدریاں نا سکول کی ہوا لگے تے کتنی خراب ہو جائیں۔ پر نتیجو کجھ ہور ہی تھو۔ اختر دیکھ دیکھتاں پنجمی پاس کر کے ہائی سکول ماں داخل ہوگئی۔ لائق خوبصورت بااخلاق ہونڑ کے ناں ناں شرافت کو پلو اُس کا ہتھ وچوں نہیں تھو چھٹیو۔ لوکاں کا ہنڑ ہور ہور خیال تے نظر تھیں۔ کئیاں نے تے گھر آلاں کا کن وی پٹناں لایا وا تھا۔ وَر حاجی ہوراں نے کسے نا زبان نہیں تھی دتی۔ وُہ اختر واسطے بہت کجھ سوچے تھو تے فر اختر کی مرضی تیں بغیر کسے ناں گل وِی کس طرح کر تو آخر اُس نا وی خدا رسول نے اپنی پسند کو حق دتو و تھو۔

اختر کا سکول ماں چنگا چنگا لڑکا وی تھا تے شاید اُس نا کوئے پسند وی وے گو۔ اُس نے وِی دِل ماں بہت کجھ سوچیو ہوے گو۔ بچ سارا خواب دیکھیا ہویں گا۔ پر کس کاری دستی کس نا...... وُہ دِن اس کی زندگی ماں خوشی کو تھو یا سوگ کو یوہ پتو اختر کا دِل نا ہی وے گو جس دِن واہ دسویں کو نتیجو سن گے خوشی خوشی گھر آئی تھی۔ گھر اَتاں ہی وہ اتنی بھیڑ بھاڑ دیکھ کے حیراں ہو گئی۔ اُس نا پتو لگو کہ اَج روٹی بیلے حاجی نا

خون کی الٹی ہوئیں تھیں۔ تے ویہہ اللہ نا پیارا ہوگیا۔ تے کسے کا منہ توں یاہ گل سنتاں ہی اختر بے ہوش ہوگئی۔ تے فرجس ویلے توڑی اُس نا ہوش آتو لوک جنازو لیکے پرلہ ڈھا کولوں اولہے ہوگیا تھا۔

ہُنڑ اُس کو کوئے نہیں تھو رہیو: اِک بھائی تھو پر متریولوکاں کا کہیا پر چلنڑ آلو ایکلّی ماں کرتی وی کئے مجبور تھی۔ اختر نے دسویں پاس کری وِی تھی اس گلوں تھوڑ وجیہو دِل ہتھ تھو جے کدے نوکری مل جائے گی......مھاراوی دھیاڑا پھر آویں گا۔ پر اس نا نوکری کس طرح ملتی اُس کی سفارش کون کرتو اُس کو باپ کوئے منسٹر تے نہیں تھو اِک معمولی آدمی تے اُس تیں وِی بڑی مشکل یاہ تھی جے وہ وی تھو ہی نہیں۔

اختر کا سارا خواب ریزہ ریزہ ہوگیا تھا۔ رشتہ کی گل بلّیں بلّیں بھنڈارہ آنے دھیاڑے ہی شروع ہوگئی تھی۔ ہورنا کی تے خیر تھی وَر اختر کا ماما نے ٹرٹر کے حبتی گھسا چھڑیں تھیں۔ اختر یوہ سارو کجھ دیکھ دیکھ کے تنگ پے گئی تھی۔ پر کرتی وِی کے مجبور تھی ماما نے آخر اِڈّی منالئی جے اختر کو بیاہ اُس کی مرضی پر ہوے گو۔ اختر یاہ گل سنیاں ماں پہلاں تے دوترے دھیاڑا روتی رہی۔ آخر دِل نا سہارو دین واسطے سوچیو۔ میرو ہور ہے وی کون... بھائی تے کدے کو کنی ہو یو وو ہے۔ ماموآخر بیاہ وی تے سوچ سمجھ کے کراوے گو۔

سلیم، حفیظ تے فاروق، انہاں ہی وچوں تے کوئے ہوے گو۔ پڑھ لکھ کے بڑا بڑا افسر بنیں گا۔ اُس کا فرشتاں نا وی نی تھو پتو جے ماما نے کے بیتری وی ہے۔ اُس نے رو پیو ست ہزار لیکے اختر کو بیاہ حمید کے نالۃ کرا چھڑیو۔ جہڑ و جہالت کی حدتک ان پڑھ تھو تے پیسہ ہوتاں تک نقشہ کی پرواہ وی کون کرے۔ اعتراض

کرن آنو تھووی کونڑ ۔روپیو ہزار کھنڈ دیکے بھائی وی اپنے در موڑ لیو تھو۔حمید کی ادھی زمین تے ماما کی نذر ہو گئی تھی۔ باقی ماں جنڈاں تے کینتھیاں تیں بغیر کجھ نہیں تھو جمیں ۔لنگ لانڑ دروں وی قاصر ہی تھو۔عقل کی اتنی بدہضمی تھی جے باپ کی ساری جائداد اک دو ہی سالاں ماں سٹ سٹا کے بے فکرو ہو ریو۔ پر فروی وہ کسے نا کے سمجھے تھو۔آخر چھ مہینہ عرب ماں مجوری کر کے آیو وو تھو۔واہ دوجی گل ہے جے اُس کو نے ہنڑ کجھ وی نہیں تھو۔تھوڑی مجوری کر کے جیہڑا چار چھلڑ بنیں تھا تے بیڑیاں کو صدقو گھر توڑی نہیں تھا پہچیں ۔گھر آلاں کی آنتڑی پئی قل ھو اللہ پڑھتی رہیں۔اس تنگدستی کی حالت ماں جد دو سال گذر یا تاں اُس کے گھر ایک نکی ہوئی۔اختر نادھی کی ذات نال قدرت تے سماج کی ناانصافیاں کو خیال کر کے ڈاہڈ و دُکھ لگو پر مجبوری نے فرنیڑی ور ہتھ رکھ لیو تے واہ آہ وی نہ کر سکتی واہ مجبور تھی جے اُسے گھر گذار و کر لے۔ کدے لکھی کھا کے تے کدے کھانڑ بغیر الحمدللہ کہنو پوے تھو۔

فر جد خرچہ کو بھار حمید تیں بھارو ہونڑ لگو تے اُس نے اختر اک دن کٹ کے گھر چلا چھوڑی تے وُہ آتاں ہی اندر جان تیں پہلاں اپنا بابا کا گھر کی بلی ور بیس رہی۔اختر نا جین کو کوئے ارمان نہیں تھو رہیو۔واہ اگر زندہ وی تھی صرف ساہ لین کی حد تک بس اک زندہ لاش۔اَختر کی ساری امید تے ارمان دفن ہو گیا تھا۔اُس نا خواہش جذبات تے خواب وخیال سب بے معنی لفظ لگیں تھا۔ہنڑ اگر اُس کا دل ماں کائے خواہش تھی تے واہ گمنام زندگی گذار کے گمنامی نال مرجانڑ کی تمنا۔ واہ دنیا توں بے زار ہو گئی تھی۔دنیا نالوں نفرت ہو گئی تھی۔ایسی دنیا جس ماں انسانکی کوئے قیمت نہیں۔کسے کا ارمان کی کسے کا جذبات کی کسے کا تقاضاں کی کوئے پرواہ

نہیں کرتو، یا سوچتاں ہی اُس نا خیال آیو جے کاش اک ایسی دنیا ہوتی جس ماں انسان کی قدر ہوتی۔جذبات کی قدر ہوتی،سماج ماں فرد کی قدر ہوتی۔کوئے کسے کی زندگی نا کھڈیال نہ بناتو۔اس طرح کی دنیا کدے وے گی۔شاید کدے نہیں!

''اماں اماں منّا بھکھ لگی ہے'' اَختر کی چار سالہ لڑکی جمیلہ نے روتاں روتاں کہیو۔اختر کا خیالاں کو سلسلو ٹٹ گیو۔اُس نے اَکھ کھولیں تے صاف اندھیرو ہو گیو تھو۔اَختر نے اُٹھ کے اَتھروں پوچھیا تے جمیلہ نا لیکے اندر چلی گئی۔

....

خواب خزاناں

میں بڑی واری کوشش کری عائشہ نا بھل جاؤں۔ ہݨ حاصل وِی کے ہے، پرانیاں یاداں وچوں۔ اینویں سینوں ہی ساڑنو ہے۔ نیوں تے کدے کا مھارا راہ وی بکھ تے اٹھن بیسݨ کی گل وی گئی گذری ہوئی وی پر جد جد مشراں میرے دار کھوہریئیں دیکھے۔ خورے کیوں مناں فر عائشہ اکھاں اگے آجائے۔ واہی عائشہ جہڑی کدے ہوں ہݨ کھیڈݨ کے بہانے کھمچی وِی کائے چمکا چھوڑوں ہوؤں تاں وِی ہستی رہے ہووے تے اُس کا ویہہ چمکتا دند جس طرح موتیاں کی پالی ہووے۔ اَجاں وی اُسے راہ دسیں تے اک مشراں جہڑی گل گل ماں گھلݨ کا بہانہ لوڑتی رہے۔ اُس کا ویہہ دو دند جہڑا اگاں نکلیا رہیں۔ نکاں ہوتاں بھانویں سوہݨا ہی لگتا ویں گاورہݨ ...... دیکھ کے وِی ہوں اوہ جانو کر چھوڑوں۔ جس طرح میں دیکھیا ہی نہ ہویں...... اخاں واہی مشراں جس واسطے خاصا سال پہلاں میں کہیو تھو 'حکم خدا کا ناݩ قبول ہے' تے سچیں جے خدا کو حکم نہ ہوتو تے قبول وِی شاید نہ ہی کرتو۔ ورہور کسے کا بارا ماں حکم نہ ہوسکیو تے ہوں وی مجبور آ لگو۔ دیکھݨ سݨݨ ماں بچ بھیڑی وی نہیں۔ کجھ اک خوچنگی وِی ہیں۔ پر اک اک گل وچوں دس دس 'مطبل' کڈھنا، انہاں گلاں نے کالجو وِی ساڑ چھوڑیو تے دِل وِی تے یوہ دِل سٹریو فر مڑ کے اُسے

عائشہ دار آوے جھڑی بھانویں کنکے رنگ تھی۔ پر اُس کی وی یہ موٹی موٹی اکھ سوہنی صورت تے ہس ہس کے رات رات کی ویں گل کون کافر بھلے .گل وی انہاں دھیاڑاں کی ہے جنہاں ماں کسے کسے نا ہی سنگ نصیب ہوئے۔

اِنسان جتنو دیکھے تے سوچے اتنو دس نہیں سکتو، ہوں کس نا سمجھاؤں جے سنگ سنگ مال چارن ماں، تلاں ماں نچتاں کھیڈ تاں کتنو آرام ہوے، منا تے عائشہ کے سنگ بٹنگی کھاتاں وی اس طرح سئی لگے ہوے جس راہ کوئے جنتی میوہ کھاتو ہوؤں۔ بھانویں عام لوک انہاں نا بن بٹنگی کہیں۔ یہ نکی نکی گل مدت گذریاں ماں دل نا مچ بڑی سئی لگیں۔ تے روح آوے آدمی انہاں ہی یاداں ماں دھیڑی رات گذار چھوڑے۔ اُسے طرح رات بیں کے چمنی منہ اگے دھر کے تے نکی جئی پنسل اکھاں کے سامنے دور تے نیڑے کر کے اکھاں کا آناں بشکار کرن کی کوشش کرتو رہوں جس راہ کدے عائشہ کرتی رہے وے۔ فر مچ کم اس طرح کا کروں جنہاں وِچوں کجھ حاصل نہ ہوتو وے سوا عائشہ کی یاداں تیں۔

ور یہ ساری گل تے امن زمانہ کی تھیں جد ہوں عائشہ کا گماہنڈ ور رہوں تھو۔ نیڑے تیڑے آدمی چھپٹ مار کے وی مل آوے تھو، کدے حسین چاچو گھر جمائی کی ضد نہ کرتو تاں ہم کدے نہ وچھڑتا۔ منا پتو ہوتو جے جدائی کو اتنو عذاب وے تاں شاید ہوں ساراسکاں نا بھر تیج (پرہیز) چھوڑ تو تے عمر ساری مہاجر ہی بنڑ کے اُس کے گما ہنڈ ٹکیو رہتو پر یاہ نہ ہو سکی تے ہنڑ مدت ہوئی عائشہ کا وچھوڑا ماں اینویں کئی دلیل کرتو رہوں تھو۔ ''ہنڑ عائشہ کس راہ کی ہووے گی، کت ہوے گی۔ نکا شکا وہیں گا، بڈھی ہوئی وی ہوے گی۔ ہوں تے اجاں فر بل ہاں اُس بچاری کو پتو نہیں کے حال ہوے

گوکدے مل جائے تے خبرے گل وِی نہ کرے۔

خیر جو مرضی ہوے جے خدا نے کدے روبرو آنی تے اوپروبنٚ کے جھپٹ مار کے اُس کی اکھاں ور ہتھ دھرلیوں گو۔ کت پچھان سکے گی منّا اتنا سالاں بعد۔ شاید ہوں اینویں ریت کا رسہ بٹتو رہوں۔ اس طرح کد ہوے گو پھر جد ہوں پنجی سالاں بعد پار گیو تے میں کسے نا یاہ گل نہیں دسی۔ ہوں ایکلو ہی گھسا کے یا، یہا نوکر کے پرانی تک ور عائشہ کا گھر در چلے گیو۔ کوٹھا پچھے اک کوئی مال چارے تھی قد بت دروں اُسے هاروں۔ پر ہوں دوجے چندے تیں لہہ کے اندر چلے گیو۔ دوترے نکا چندے پھریں تھا ایک منا اندر لے گیو تے ہوں۔ بیٹھک ماں بیں کے جھپٹ اک ارار پار کنداں پر نقشا دیکھتو رہیو تے فر اکھاں ور ہتھ دھر کے پرانی یاداں ماں ڈب گیو۔ ویہی عائشہ کی مِٹھی تے سوہنٚی یاد جھڑی خواب هاروں سئی لگیں تھیں تے ہوں اس خواب وچوں اُسے ویلٚے جا گیو جد میری اکھاں پر کسے کا کولا کولا ہتھ دبانٚ ہویا وا تھا۔ ہوں سمجھ گیو تھو کہ یوہ عائشہ تیں بغیر کوئے نہیں ہوسکتو۔ یاہ کھیڈ تے اُس نے میرے نالٚ کئی وار کی تھی۔ وراج تک جو کجھ ہوں سوچتو رہیو ہاں واہ وی اسے طرح سوچتی رہی۔ اس کو ثبوت منا اس ویلٚے لبھو جد دو کوسا کوسا اتھروں میری سجی کھکھاڑی پر پیا۔

جد میں اُفراں مڑ کے دیکھیو تے واہ ہسے تھی پر اُس کی اکھاں وچوں اتھرواں کی پالیٚ لگی وی تھی جنہاں کے وچ پیہنگ کا سارا رنگ دسیں تھا۔ جو کجھ ہوں کرن کی سوچوں تھو واہ پہلاں ہی کر کے میرے کولوں اَج وِی جت گئی تھی۔ تے منا بڑی کتاباں وچوں یاہ کیفیت سمجھ نہیں تھی آئی جد مونہوں کجھ کہنٚ تیں بغیر ہی اکھ مچ کجھ کہہ جائیں۔

اُس کیں اکھ اجاں وِی اُسی موٹی موٹی تے گلیاں اُپر لالی نچے تھی، شاید محبت انسان نا کدے بڈھاں نہیں ہون دیتی۔

ڈُنگی سوچ

دُنیا ماں صرف دو قوم ہیں امیر تے غریب، مذہب وِی بس دو ہی ہیں ظلم تے مجبوری۔ یہ دو چیز ہر جگہ کسے نا کسے شکل ماں ضرور موجود ہیں۔

امیر سیٹھ ہوے، مِل کو مالک، مقدم یا کھڑپینچ کی شکل ماں، اُن کی عادت اِک جئی ہویں تے اُٹھن بیسنؘ وی اپنٔی طرح کا لوکاں نالؘ ہوے۔ اسے طرح غریب وِی بھانویں مزدور ہوئے یا زمیندار اُس کو اپنٔو ہی ماحول ہے۔ مونڈھا جماندروں ہی دُکھتا ویں تے زیادہ سوچنؘ یا احتجاج کرن کو جذبو سمھال ماں آنؘ تیں پہلاں ہی ختم ہو جائے۔

عبدالغنی وِی اک اِسی طرح کو غریب تے مجبور آدمی تھو وہ اَج توڑی اتنی مصیبت کس طرح برداشت کرتو رہیو۔ شاید اُس کا ماں باپ کی دِتی وی دعا تھی، ورنہ اس زمانہ ماں چھ ست نکاں کو پیٹ پانو تے چوکھراں کو گھاہ پانی وِی ایکلا نے کرنو بڑو مشکل تھو۔ اپنی زمین تھی وَر تھوڑی جئی۔ دھن اُس کے جے اتنو بھار چا کے وِی وہ اَجاں توڑی زندگی کا کھپا بلٔیں بلٔیں چڑھے تھو۔ لگوؤ۔ وہ ایکلو تے نہیں تھو اُس کا رشتے دار تھا وَر مجبوری کا کیونجے ویہہ گھروں گھاتا پیتا تھا۔ اُس نال انہاں کو آنؘ جانؘ تے اٹھن بیسنؘ گھٹ ہی تھو۔ کدے آوین وی تھا تے لیتری کو سوال کرن یا آٹو

پیساں واسطے۔ اُس نا مقدم کا حکم وی دھیاڑی رات جھلنا بوئیں تھا تے فرصت لگاں ماں کدے پچھئی جئی اپنی دوگی وِی باہ کے یا منہ وری ہی مک سٹ چھڑے وے۔ اُس کو بڑو گیرو جاوید جد ستاں سالاں کو ہو یو۔ تاں آپے گوا ہنڈیاں کا نکاں نا دیکھ کے سکول جانڑ لگ گیو۔ ماسٹر احمد دین کو خدا بھلو کرے۔ اس نے قاعدو وی آنڑ دِتو تھو۔ مھارا سماج ماں پڑھائی تیں بڑو تے ضروری مسئلو بیاہ کو وے خوشی جے دیکھنی ہوئی۔ اس واسطے اُس کی نانی نے عمر موزوں سمجھ کے بھائی عبداللہ کی نکی کے گُوتی لوا چھڑی تھی۔

جاوید نے جد چنگا نمبر لیکے اٹھویں پاس کی تے اُس نے سامنے اک ہور مسئلو کے کھلو ہو یو۔ اُس نا اگے پڑھن واسطے شہر جانو پوئے تھو تے فرخرچ وی کافی آوے تھو۔ اس ویلے توڑی وی عبدالغنی جاوید نا کس طرح پڑھاتو رہیو۔ اللہ ہی جانے۔ ورضروری نہیں کہ غریب آدمی کی سوچ وی غریب وے۔ عبدالغنی غریب ہوتاں وی پڑھائی کو حامی تھو۔ واہ دوجی گل ہے جے اُس نا پنجاہ تیں اگے گنتی اَڑاڑ کے آوے تھی۔ وَر اُس نے کدے اس کو سوگ نہیں منائیو۔ اُس کو ذِہن بے ایمانی تیں پاک تھو۔ جس طرح تھل کو پانی ہوے، جد جاوید نے اَٹھویں پاس کی تھی تاں عبدالغنی نے کوڑی گھوٹ کر کے شہر چلا چھڑیو، چار سال وہ یتیم خانہ ماں رہ کے پڑھتو رہیو۔ وَر آخر اُتوں وی جانو پیئو۔ اُس نا شہر ماں رہ کے اُٹھن بیسنڑ تے کھان پینڑ کی جاچ آ گئی تھی۔ وراشتی غریبی کدے کدے اُس کا ذہن کا پلا چھک کے اُس کا خیالاں نالڑ کھچلڑ کر چھڑے تھی۔

پڑھائی کا دو سال اُس پر بڑی مشکل کا گذریا جس ویلے وہ کالج ماں تھو۔

اس ناماحول کے نالّ نالّ وِی چلنو پوئے تھو تے اپنّا حالات کو خیال وِی رکھنو پوئے تھو۔ رات اک دو جا سنگی کا کمرہ ماں رہ وے تھو۔ جت بجلی نو بجے تیں بعد کدے جمعہ تیں جمعہ ہی دسے ہوے۔ وَر انسان نا کوئے کم کرن کو جذبو ہوے تے مجبوریاں کی پرواہ نہیں کرتو۔ جد ساری دنیا سو جائے تھی تے سڑک پر جا کے بجلی کا کھنمبہ ہیٹھ بیس کے پڑھے وے تھو۔ دِن گذرتا گیا تے جاوید نے اس کسمپرسی کی حالت ماں بی اے کر لی۔ ہُن اُس کا نکا نکا بہن بھائیاں کو مسئلو تھو ور جاوید نا اتنی مصیبت جھل جھل کے علم کی قدر کو اتنو تجربو ہو گیو تھو جے انہاں نا پڑھائی کی نصیحت کرتو۔

بے شک اَگے پڑھنّ واسطے دور وی جانو پوئے تھو تے خرچ وے تھو وَر ہنّ جاوید کا حوصلہ بلند ہو گیا تھا۔ اُس نے ماں باپ نال صلاح کی تے انہاں کی دعا لیکے اپنا نواں سفر کو فیصلو کر لیو پہلاں تے خرچ تھوڑو تھو۔ جہڑو عبدالغنی محنت مزدوری کر کے وی پورو کر لے تھو۔ وَر ہن بڑی مشکل تھی عبدالغنی ناامید تے نہیں تھی فر وی شاید دل بھلان واسطے وہ رشتے داراں تے کھڑ پنچاں کول گیو۔ مقدم کی وی ٹو چرٹا چر کی ور ہر جگہ تیں سکھنو ہی مڑیو۔ اُنہاں نے صرف کورو جواب ہی نہیں تھو دتو بلکہ اُس کی مجبوری پریشانی ماں کہن لگا جے مھارا نہیں پڑھیا تان وِی چوپڑی وی کھائیں تے توں پڑھا لے جے پڑھا سکے، بڑو مجبور ہو کے وہ ماسٹر احمد دین کولےّ گیو۔ جہڑو نال ہی کا گراں ماں رہے تھو۔ ماسٹر زیادہ امیر تے نہیں تھو ور دِل اسو تھو اُس نے کجھ اِنگا اُنگا تیں کر کے پیسہ کر دِتا۔

یونیورسٹی کا اُس جدید تے مغربی ماحول ماں رہ کے وِی جاوید کی شرافت برقرار رہی، چنگو آدمی جت وی ہوے اُس نا دو چار ہم خیال لبھ جائیں۔ شاید

فاروق، مشتاق زبیدہ تے اختر اُس کا اسے طرح کا ساتھی تھا۔ ویہہ اُس کی ذہانت تیں چنگی طرح واقف تھا تے اسے گلوں کئی مسئلاں پر اُس کولوں صلاح پچھتا رہیں ہویں۔ گھروں آنڑ جان نال وہ انہاں کا گھر آلاں ناوی اچھی طرح جانے تھو۔ یہ دو سال بل گذر گیا۔ جد نتیجو نکلیو تاں جاوید نے ایم،اے فسٹ ڈویژن ماں کیو تھو تے اس کا ساتھی بڑا خوش ہو یا تھا۔ اُس کی زندگی کو اک خوبصورت موڑ تھو۔ اُس نا اپنی نوکری کو زیادہ فکر تھو۔ کیونجے وہ گھر کی مصیتاں مجبوریاں تے لوکاں کا قرضہ تیں واقف تھو۔ ہُن وُہ رج کے ماں باپ کی خدمت کرنی چاہوے تھو تے نکا بہن بھائیاں ناوی تعلیم جیسی دولت تیں محروم نہیں رکھ سکے تھو۔ اس موقعہ پر لوکاں کا متھا پر کجھ گھر نج ہی تھیں تے مقدم کا چیلاں کی اک میٹنگ ماں اس موقعہ پر تعزیتی اظہار وی ہو یو تھو کرتا وی کے عادت تے مجبور تھا۔

آخر خدا نے سنڑ لئی تے جاوید لیکچرار بن گیو۔ اپنی قابلیت کی وجہ تیں وہ کالج ماں بڑی جلدی مشہور ہو گیو تھو۔ ہنڑ اس کی تنخواہ وِی خاصی تھی تے رہنڑ واسطے کوارٹر وِی اس واسطے دنیا ہی ماں خدا نے جنت دتی تھی۔ گھر کو قرضو وی سال تیں اندر ہی مکا چھوڑ یو تھو۔

ہنڑ ضروری مسئلو اُس کا بیان کو تھو، تے تھو وی بڑو مشکل۔ اُس نا چ ساری گل مدنظر رکھنی پوئیں تھیں۔ تے فر اُس کا فیصلہ پر آخری منظوری تے مقدم کی ضروری تھی۔ کیونجے اُس کی مرضی تیں بغیر بقول اُس کے پکھیروں وِی پر نہیں تھو مار سکے گراں ماں، پہلاں تے اُس نے مدد کرن کی تکلیف نہیں تھی گوارہ کی۔ وَر ہنڑ اُس نے جاوید ور نظر رکھی وِی تھی۔ اُس نا یوہ عہدو چنگو لگن لگ گیو تھو۔ مقدم نے واہ

گل تے ملن دَلن چھوڑی، جھڑی نکاں ہوتاں جاوید کا بیاہ کی ہوئی تھی۔ گیری اَن پڑھ سئی ور چنگی نک منہ آلی تھی۔ جاوید ماں باپ تیں نہیں تھو بدھ سکے بیاہ ہو ہی جا تو ور مقدم نا نہیں تھو منظور تے نہیں ہو یو۔ اُس نے اُس گیری کو بیاہ راتو رات کدے ہو تھے کرا چھوڑ یو تھو۔ سماج کا ٹھیکدار ج ہو یا جس کو چاہو یں بیاہ کراویں جس کو روح آوے کاغذ کرا چھوڑیں۔ میاں بیوی کی مرضی نا اس ماں کوئے دخل نہیں تھو۔

مقدم کی نکی گیری چھیویں ستویں پڑھے تھی۔ مقدم کو روح تھو جے اِس نالن بیاہ کر اُ چھڑاں گا۔ نکی وِی پئی آرام کرے گی۔ میر و وی حکم چلتو رہے گو، نہ کرن اکو جمیوں کون اس گل کو پتو لگتاں ہی جاوید نا بڑی لہر چڑھی تے اُس نے گھر جا کے ماں باپ نالن تفصیل سنگ گل بات کی۔ اپنا ماحول کو ضرورتاں کو احساس وی دوایو تے مقدم کی ٹھیکداری روایت کی وی۔ اُس کو خیال تھو جے زندگی انسان نا صرف اک بار ملے تے اس کو جائز فائدو اٹھانو چاہئے۔ ہر قدم سوچ سمجھ کے چانو چاہیئے ایسو نہ وے کہ یہ کھڑ پینچ خرید کے تے سوچن کی قوت صلب کر لیں۔ احساس تے انہاں گلاں کو عبدالغنی نا پہلاں وی تھو۔ ور مقدم اگے اُنہاں کی کے چلے تھی۔ جاوید نے آخر اپنو فیصلو مقدم کی مرضی تیں بغیر ہی سنا چھڑ یو تے یوہ شاید گراں ماں اپنی قسم کو پہلو فیصلو تھو۔

اُنگا زبیدہ وِی جھڑی جاوید کے نالن کالج ماں پڑھے وے تھی ہن تعلیم تیں فارغ تھی۔ اُس کا گھر آلاں نا جاوید چنگی طرح واقف ہی نہں پسند وی تھو جس دِن چودھری غلام حسن نے عبدالغنی نا سد کے جاوید تے زبیدہ کا بیان کی گل کی تھی۔ وہ سوچ وِی نہیں تھو سکے جے اتنو بڑو آدمی مھارے در دیکھے گو۔ ور لعل کدے گا راہی

ماں ڈھٹھا واوے تے قدر دان اُس ناچاڼو نہیں چھوڑ تا۔ یاہ علم کی قدر تھی جس اگے چودھری جسا آدمی ناوی نیوؤں ہونو پیئو۔ جد دوئے دِل راضی ہو گیا تاں یوہ بیاہ مقدم کی مرضی تیں بغیر ہی ہو گیو۔ انہاں کا گواہنڈی رشتہ دار جاوید کا سنگی ساتھی بڑی خوشی ناڵ شامل ہو یا۔ کھٹا دُدھ تے لوڼ کی جگہ گوشت پنیر تے سبزی دیکھ کے لوک اک دو جادر دیکھڼ لگ گیا۔

آخر ویہہ بس رس گیا۔ جاوید کا آڼ ناڵ گران ماں بڑو فرق پے گیو تھو۔ اُس نے گھر واسطے نہیں بلکہ سارا گراں واسطے بہت کجھ سوچیو تے کیو تھو۔ خاص کر یتیم تے غریب بچہ اُس نا ہر ویلے یاد رکھیں تھا تے چھٹی آلے دھیاڑے اُس کوڼے اس طرح اکھٹا ہو جائیں ویں۔ جس طرح عید ویہے۔ اُس نے اپنا علم کی لو اپنے ہی اندر نہیں تھی چھپا کے رکھی۔ وَر ہر ہر گھر ماں اک چراغ بالن کی کوشش کی تھی۔ اُس نا سارا دعا دیں تھا۔ اَج کو دِن وِی شاید عید تیں گھٹ نہیں تھو، جد لوکاں نے سنیو جے زبیدہ ناوِی نوکری مل گئی ہے۔ واہ ماسٹریانی بن کے اپنا ہی گراں کا سکول ماں آئی تھی۔ گراں کی نکی نکی گیریاں کا چہرہ پر اک عجیب قسم کی مسکراہٹ تھی۔ لوک سمجھیں تھا کہ اللہ تعالیٰ نے ویہہ دو فرشتا بنا کے انھاں کی مدد واسطے چلایا ہیں۔ اَج مقدم ہتھ ور ٹھوڈی رکھ کے کسے ڈنگی سوچ ماں پیئو و تھو۔

....

تاراں کی سلو

جاتی بہار ناںٚ وی تے کئیاں کا دل بجھ جائیں ور خبرے کیوں مناّ تے آتی بہار اُس تیں زیادہ بھاری سئ لگے۔ منّا تے کدے بہار رس آئی تے نہ خزاں جہڑی وی آئی کھیچل کی دل دکھا یو تے ٹرگئی۔ مشکڑی مار کے متھا پر گھر نج گھل کے تے ہوں اُت کو اُتے ریں کا بٹروڑ بوٹا ہاروں جہڑ و نہ جھکڑ جھولا ما ہلے ٹٹے تے نہ ہاڑ کی ظالم دھپاں ماہی اس کا پتر سک کے بتی بنیں ور آخر آدمی ہاں آپ تے بھانویں پتھر ہاروں باٹو ہی کیوں نہ بن جاؤں پر دل کو کے کروں۔ کدے کدے چار چو فیری تیں پھلاسی گت گُتی کڈھیں جے ہنسو پے جائے تے فر نہ کرتاں وی آئی بہار ناںٚ دو آتھروں تے کر ہی جائیں جنہاں پر کسے کو بس نہیں چلتو اس گل کو تے منّاں پہلی بار اُس ویلے احساس ہو یو جد میں ریں کی اک لَوِی چُنجی ناںٚ ہتھ لا یو تے واہ اوڑ و موڑ و ہوگئی۔ میں اپنو ہتھ پچھاں چھک لیو جس طرح میرے تیں کوئے بڑو گناہ ہو گیو وے اراں پراں وی دیکھیو۔ کوئے دیکھتو تے نہیں تے فراج توڑی ہوں اسو جھپ ہو گیو جے کسے نا امید ہی نہ رہی جے یوہ وی کجھ سوچ سکے اس ناوی کوئے ارمان ہوے گو اس ناوی دکھ سکھ بنڈن کی لوڑ ہو یگی۔

یوہ جا تو سیاںٚ ہے اج خبرے پھگنٚ کی پہلی سوہڑی نہ ہوئے۔ خاصاں

دھیاڑاں کا جھکڑ جھولاں تے بعد نمل ہو یو ہے۔اس ویلے ادھی رات گئی وے گی۔ ہوں بڑے اندروں باہر سپار ما آیو تھو تے افراں اشمان در دیکھتاں ہی منّا اپنو خیال ہی نہ رہیو جھڑ بچوں چن اس طرح او ہلے تے باندے وے تھو۔جس طرح تاراں نالٚ کھیڈتو وے تے جھڑ اُنہاں ناڈران واسطے کدے ہاتھی ہاروں بنٚ جائے تے کدے ریچھ تے شیر ہاروں کدے کدے کالٚو شاہ جھڑ تے کدے صاف نمل بچ بچ تے جھڑا سوا َتا ولواڈن لگ جائے منّا ہنار آوے تھی چن اپٹھے پا سے نسن ہو گیو ہے۔جس طرح قیامت آ گئی ہوے پر چھٹ توڑی اسوار اڑ و ہو گیو جے ہوں حیران ہی رہ گیو اس موسم ماتے ٹھنڈی وی تے جور ہوے۔ور ہوں اس کھیڈ ماں اسو بھلیو جے منّا خیال ہی رہیو ہوں کہڑے بیلے تخت پوش ور کند نالٚ اڈیکنٚ لا کے بیں گیو میں بناں دھرتی در دیکھیو تے فر ہوں نظر نہ چا سکیو ساراں ڈوگاں ما سروں پھلی وی تے اس طرح اک منہ ڈھٹھی وی تھی۔جس طرح کسے نے پیلو چھپر و دھو کے سٹیو وے پتو نہیں کے یاد کر کے میری اکھاں وچوں دو اک اتھروں ڈھل گیا۔

نیوں تے ہوں بھانویں خاصو ہوندٚو ہاں پر اتھروں کا معاملہ ما کافی کنجوس تے خاص کر شریکاں کے سامنے ....جھڑا اسمان وروں اوکڑ اوکڑ کے دیکھیں تھا فر اپنٚی بولی ما ایک دو جا در اشارہ کریں تھا۔جن کی منّا سمجھ نہ آئی۔تھا تے بھانویں دو ترے ہی اتھروں ور دل ما اتنی کانگ چاڑھ گیا جے ہوں انہاں ما غرق ہو کے کئی سال پرانٛی یاداں ماڈب گیو۔

ہوں نکو جیو تھو۔مساں سمبھال ما آیو تھو۔تے ہر سال کی طرح اُس سال وی ہم ڈھوک گیا وا تھا۔کم کاج تے مھارے کوٚلوں کے کرا تا ڈھاراں کے پچھے کا بڑا اتلاّ

ماسارانکا کھیڈن واسطے نکل جائیں ہویں تے ناںوں کوئے سیاںنو آواز مار چھوڑے ہوے: ''اونکیو خیال رکھیو ڈنگر نہ بھڑ جائیں''

تے یاہ کہہ کے سب گُڑِی مرد گھاہ درٹر جائیں ویں اپنی اپنی سُتّی مونڈھا ورسٹی وی تے داتی اَپُٹھی موڑ کے پچھ ہیٹھ دتی وی۔

چھٹ ایک کھیڈ تارہیا ورمنّا اس کم تیں الکھت ہی رہ وے ہوں اک پاسے جا کے بڑا پہاڑ وربیں کے مہندی کریڑن لگ پیؤ۔ جہڑی پر لا ڈلا پروں گھولؔ کے ہتھاں پرلاواں واں کدے اینویں ملؔ چھوڑنی تے کدے نکّا نکّا ٹھمکا کڈھنا،سونا میراہتھاں پرتے ہوں اس کاں پر۔

ہوں اُتے پہاڑ پر بیٹھور ہیو تے باقی سارانکّا پتونہیں کہڑے ویلے اندر مڑ گیا۔گھاہ آلاں کووی مڑتاں کو پتو نہ لگو۔ ہوں پارلے پاسے کا بڑا اتنگاں آلا نکّا پر نظر ٹھہرا کے دیکھوں تھو لگو وؤ۔ بڑواوکھو تے ڈراونو علاقو جس کے اوپر چ ساری چیل اوڑیں تھیں۔اچانک کاںنو جھڑ آیو تے بدلؔ گجنؔ لگ گیو آسیں پاسیں دیکھ کے میرولسرا کو نکل گیو اُت کوئے وی نہیں تھو۔ ہوں اتے آپ مہاروہو کے ڈُھک کے بیس رہیو۔ چھٹ توڑی کسے نے میرا مونڈاھا پر ہتھ رکھیو۔ وجود تے شائد ٹھنڈ نالؔ سو گیو تھو پتو ہی نہ لگو۔ وراس نے ہوں پکڑ کے جھونیوں یاہ میری نکی چاچی تھی عرشی جس نا ہوں ''عشی موسی'' کہوں ہوں عشی موسی نے ہوں چایو تے گاٹا نالؔ لا لیو۔اس کی اکھاں ما اتھروں ڈول ڈول کریں تھا۔ تے بڑی مشکل نالؔ صرف یاہ ہی کہہ سکی۔

''میرا لعل توں کئیاں اٹھ گیو تھو۔ ہوں لوڑ لوڑ کے تھک گئی''

نیوں تے میری اماں کی موت ہونؔ تیں بعد منّا واہی پالتی رہی تھی۔اس نا

وصیت جے کی وی تھی اماں نے:

''عرشی میرالعل کو خیال رکھیئے'' تے موسی نے سوہنو لج پالیو تھو۔اس گل کو ور اج عشی موسی کجھ زیادہ ہی مہربان لگے تھی ۔منّا گھر لے گئی ساراا اپنے اپنے حیران بیٹھاواتھا مردائت کوئے نہیں تھو۔بلیں بلیں پتو لگ ہی گیو۔میر وادو جھڑ وبنّاں تیں آ ٹو لیانڑ گیو تھو۔کا نگ مارڑھ گیو تھو۔تے فر دفنان پر منّاں منہ دیکھنو وی نصیب نہیں ہو یو۔ہوں ہمڑ کسی نا نہیں تھو پچھانو عشی موسی تیں سوااس تیں پچھے ہم کدے ڈھوک نہیں گیا۔چاچا نا تے انھاں کماں تیں انّس ہی وے تھو تے اڈّواس جھنجھٹ ہی تیں چھٹ گیو تھو۔

عشی موسی نے ہوں پالیو پوسیو تے سکول چھوڑ دتو دوجے سال سوناوی داخل ہو گئی سنگ نالڑ آنو جانو وی پڑھنو تے کھیڈنو وی۔ نیوں تے ہم ہر موسم ما اکٹھا ہی تھا ۔ورسیالڑ کی بہار کو کجھ ہور ہی سواد تھو۔فرآتی بہار نالڑ سری کو نیل تے پھلی وی سروں کو لطف کون بھلا سکے۔ہمڑ تے ہم جوان بھی ہو گیا تھا۔ور ہوں جد کالج ما داخل ہو یو تے منّا پتو لگو سونا کدے وی میری نہیں ہو سکتی ۔یاہ گل سن کے تے منّاں فرشتا چھوڑ گیا تھا۔ورمشتاق نے زور نالڑ میرا مونڈھا اور ہتھ مار کے کہیو تھو۔

''دوست عشق کرن واسطے جسّا تیں وی بڑو کالجو لوڑے تے فر کوئے محبت تے نہیں گھٹ جاتی......منّا اسو یلے یہ ساری گل بے فائدی سئی لگیں تھیں ور ہوں کے کرتو اس طرح کی گل وی تے ہوں کسے کے سامنے نہیں تھو کر سکوں۔میرو بالڑ بالڑ انہاں کا احسان ہیٹھ پیو وئے تھو۔عشی موسی کی تے مرضی تھی ور چاچانے کھڑ کا کے کہہ چھڑ یو تھو۔

''اڈّی شامی نے گیٔری کے تنّی لوائی وی تے اس رشتہ کی پہلاں ہی شریف واسطے زبان دے چھوڑی وی ہے۔شریف نہیں پڑھیوتاں کے ہے کھانڑ پینڑ واسطے تے کھلو ہے۔

میری حالت تے دوہاں کے سامنے تھی اس واسطے عشی موسی وی مچ وکالت نہ کر سکی تے آخر دیکھ دیکھتاں مجبوریاں نے سونا میرے ناٗوں کھوہ کے شریف نالٗ نتھی کر چھوڑی منّا تے روح روح آوے تھو جے اس چھپری تے تنّی ناگ لا چھوڑتو جہڑی پھپھی نے نکّاں ہوتاں سونا کے لوائی تھی۔ورہنڑ بیلو بِک گیو تھو تے ہوں دند بیٹھ گیٹی رکھ کے جھپ ہو گیو۔اگے اگے پڑھتو وی رہیو تے آخر ہنڑ سلونی سِل وی ہونڑ لگ گئی۔ملازم ہوتاں ہی چاچا نے دھوؤں دھکھا کے کنی وی کر چھوڑیو۔گوگی تتی ہوں لگ پئی۔میں اس نا کسی چیز کی تھڑ نہیں لگنڑ دتی۔نہ کجھ محسوس ہونڑ دتو۔چاچا کا کسی فیصلہ ماوی میں نہ نہیں تھی کی۔دھوڈو وی اپنی مرضی نالٗ تھپیو تے بنڈ وی منّا پر لی دتی یاہ کہہ کے اخے یہ بنڈ دادا باجی نے کی وی ہیں ہوں فر وی چپ رہیو۔منّا ہن تے کسی چیز کی شونق ہی نہیں تھی رہی۔دھیاڑ الوکاں کے رلے بلّے لگاں گذر گیا تے بہاروی آتی جاتی رہی سونا ناوی تے مچ سکھ نہیں تھو۔ورمنّا تے کجھ کہن کو حق ہی نہیں تھو۔صرف عشی موسی کا اتھروں درد یکھ کے مچ کجھ اکھاں اگے پھر جائے اس کا احسان ہوں کد مکا سکوں۔

میں کل موسی نا کہیو تھو۔رات انگاں ہی ٹکیا رہو واہ کہن لگی

''نہیں بچہ پرسوں توڑی آ وٗں گی۔سونا آئی وی ہے نا اس ناوی لیکے آ وٗں گی۔بچاری کجھ ٹھوکرے گئی ہے۔

اچھا.....توں بغیر متّا کوئے جواب نہ سریو تے موسی مڑ گئی۔سونا کا بیاہ نا وی خاصا سال ہو گیا ہیں۔ور واہ متّا کدے نہیں ملی۔شائد جان بوجھ کے۔خبرے اس نا وی اپنا اٹھرواں پر قابو نہیں یا کائے ہور گل ہے۔

میری نظر سروں کا پھلاں پر اٹکی وی تھی۔تے ہوں تخت پوش پر بیٹھو وؤیا ہی سوچوں تھو جے بھلکیں سونا آئی تے ہوں اس کے ناں کے گل کروں گو۔مُڑمڑ کے وہی مشتاق کی گل یاد آویں تھیں''بیاہ نہ ہون ناں دلاں بچوں محبت تھوڑی گھٹ جا ئیں۔تے اچر توڑی سچیں کسی نے میرا مونڈھا اور ہتھ دھریو۔میں پچھاں مڑ کے دیکھیو یاہ بانو تھی۔میری لکھتاں کی بھیاں چپ کر کے کھلّی ہوئی وی واہ کدے میرا گوشہ سن گئی تھی۔کہن لگی:۔

''تم اس ویلے ادھی رات اِت ٹھنڈ ماں کے روڑھیا کریں''

ہوں چھٹ ایک ٹُر وتر اس کا منہ در دیکھتو رہیو۔نیوں تے متّا اس کی گل جو کی روٹی ہاروں لکھی تے اپنا عشق ہاروں بے سوادی لگیں ویں ور اس ویلے خبرے کیوں متّا اس پر مچ پیار آیو تے ترس وی۔متّا یوں لگو جس طرح کئی سال پہلاں عشق موسی نے ڈھوک ما کہیو تھو۔ ''میرا لعل توں کنگاں اٹھ گیو تھو۔ہوں لوڑ لوڑ کے تھک گئی''

میں اٹھتاں ما کہیو''اے دیکھ نا بہار آ گئی ہے سروں کا پھل کتنا سوہنا لگیں۔انہاں نا ہی دیکھوں تھو'یاہ کہہ کے دوئے اندر ٹر پیا۔

جھڑ کدے دور نس گیو تھو۔تے چانڑنی صاف ہوتی جائے تھی۔

....

(تمثیلی کہانی)

جھلیا لوک

کردار	تعارف
ستاریو	(اک غریب آدمی، عمر ۵۰ سال)
خدا بخش	(ستاریا کو بھائی، عمر ٦٠ سال)
بگی	(ستاریا کی بیوی)
عبدالغنی	(خدا بخش کو دوست)
شمس الدین	(ستاریا کو لڑ کو عمر ١٨ سال)
سلیم	(فارسٹر خدا بخش کو لڑ کو عمر ٢۵ سال)
رضیہ	(ستاریا کی بہو)
چودھری میر محمد	گراں کو کھڑ پنچ)

پہلو سین (ستاریا کو گھر)

خدا بخش : (ایک منجی ورلموں پیوؤو) ہائے!...... ہائے!...... ہائے!

ستاریو : (حقو چھکتاں ماں) بھائی کجھ زیادہ تکلیف ہوگئی ہے تم نا؟

خدا بخش : تکلیف میری قسمت ماں لکھی وِی ہے۔ دو سال ہوگیا ہیں منجی پر ہی دھڑ کوں لگو وُو۔

ستاریو : بھائی اس طرح کی گل کیوں کرتا رہیں ہویں۔

خدابخش : کے کروں۔اک وہ عبدالغنی وے تھو، کدے روڑھیا کرتا رہاں واں مدت ہوئی وہ بھی نہیں آیو، سہنیو وِی دِتو تھو۔خبرے....خدا دروں خیروے سہی۔

ستاریو : بگی تاں دیکھ کائے دودھ کی گھوٹ ہے نہیں، بھائی نا دودھا تو بنا کے دیتا۔

بگی : رات مھیس کھلّی نہیں تھی۔نکی لوجھڑی چھٹا کی کڈھی تھی چودھری کی لیتری واسطے دو اگھل چھوڑی ہے۔

عبدالغنی : (اندر آتاں ماں) السلام علیکم

بگی : آؤ بھائی بیسو (غنی خدابخش کے کونّے جا کے بیس جائے)۔

خدابخش : (غنی کو ہتھ چم کے) گھمائیو آیا وروں، تناہی یاد کروں تھو آ گیو ہے......تاں منا افراں کرو۔

عبدالغنی : (سرہانے بیس کے خدابخش کو سر جھولّی ماں دھرے)۔

خدابخش : بھائی ستاریا کت ہیں تھارا نکا۔

ستاریو : بھائی نے ویہہ شہر چھوڑیا واہیں پڑھنّ واسطے...کدے یتیم خانہ ماں خبرے۔

خدابخش : (غنی نالّ) منا ہُنا رآوے۔میرو ہُنّ وقت نیڑے ہی ہے تے توں ہنّ پھر جے کجھ ہوسکیو تے کریئے۔میرا اسلم نا پڑھایئے۔لکھایئے۔مدے خدا اُس کا دھیاڑا سبلا کرے۔اُس کو خیال رکھیئے۔میرا......میرا......میرا اسلم کو......خیال رکھیئے۔

عبدالغنی : تم گھبراؤنہ اللہ بہتر کرے گو۔

خدابخش : تاں میرو کلمو صحیح کریو......لا الہ اللہ محمد رسول اللہ

ستاریو تے عبدالغنی: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بگی : (روتاں ماں) ہائے میرا پر پے گئی۔

عبدالغنی : (ادی بگی سرو دنہ کریو۔ یوہ ہیلو صبر کو ہے۔

(عبدالغنی تے ستاریو خدابخش ناسدھو کریں) (پردو گرجائے)

دوجو سین

(ستاریا کو گھر خدابخش نا دفناں تو بعد)

ستاریو : خدا جنت نصیب کرے بھائی ناچنگی نبھا گیو۔ بھانویں سال دو منجی پر ہی رہیو۔ پر اتنو اِک بھلاوو تے تھوہنّ پتو نہیں کے ہوے گو۔ چودھری کا راہ وچوں تے باڑ ہٹ گئی ہے۔

عبدالغنی : گھبراؤنہ دیکھو خدا کا کماں دار۔

ستاریو : گھبراؤں نہ تے کروں وی کے۔ بھائی منّا کہتو رہتو چودھری کوئے نہ پھسئے جس طرح بھکھاں ننگاں وقت نبھانو پیّو۔ نبھا لیاں گا...... داں بگی حقو اُراں کر، ہنّ یو ہی میرا غماں کو پیہالّ ہے۔ سارا لوک چلا گیا تے بھائی غنی تم مھارے بندے لگا واہیں۔

عبدالغنی :

تیرو بھائی تھو نا۔ میرو اک ہی دوست تھو، منّا تیرے تیں زیادہ دُکھ ہے۔ پر کے کراں موت اگے کسے کو بس نہیں چلتو ......تھارو اپڑو وقت مشکل ناں نبھے ہوں ہن جاؤنگو تے شہروں سلیم نالے جاؤں گو۔ منا یاہ تے آخری وصیت تھی۔ اچھا اللہ کے حوالے۔

ستاریو : اچھا اللہ کے حوالے (عبدالغنی باہر نکل جائے)۔

(خاموشی تیں بعد) بگی چپ کیوں ہے۔ کجھ گل کتھ کرن جے دِل...... ہو ٹھے ہو ٹھے وے۔ اندر سٹریو وی کھاں نا آوے۔

بگی : کے گل کروں تراں ہی نہیں رہیا۔ دُکھ تکلیف وی عمر دھیاڑا ناں سہن وے بھائی تے گیو واہ اک نشانی تھی۔ اُس کی جے مھارے کو نے۔ مھاری غریبی نے واہ بھی نہ رہن دتی۔

چودھری : (اندر آتاں ماں، السلام علیکم بھائی ستاریا۔

ستاریو : (اُٹھ کے منجی پرلوئی ڈاہتاں ماں) وعلیکم والسلام! آؤ چودھری صاحب، بیسو۔

چودھری : چُپ کیوں ہیں۔

بگی : ہائے ہائے! مھارے پراُشان ٹٹ کے پے گیو نا!

چودھری : اُف بھائی ستاریا میری تے بھائی بخشیا کی ملاقات بھی نہ ہوسکی آخری وقت ماں۔ دنیا کا دھندا اِک دوجا کی تنگی تکلیف ماں وِی نہیں شریک ہون دتیا ہوں انگاں کچہری ور گیوؤ تھو تے بھائی بخشیا پر مٹی کی لپ وِی نہ سٹ سکیو۔

ستاریو : چودھری صاحب، جائے ؤ ہی ہے جہڑو دنیا کی ٹھنڈی ہوا تیں

جائے۔ گیوؤنہیں مُڑتو بھانویں ہم کتنو ہی سوگ کراں۔ اللہ تھارا ساہ کی بحالکی رکھّے جھڑا ہم نا کدے او کھے بیلّے۔ پکھریں پتو نیوؤں لاتار ہیں۔ ہم ناتے ہنڑ گھنا روڑھیا کرنا ہیں...... چلو جو اللہ کرے گو!۔

چودھری : اللہ کی کرنی اَگے کون ہتھ دھر سکے تے اُس نا ایذا وی کتنو تھو۔ کتنی مدت ہوئی منجی ور تھو۔ ہوں جس طرح پہلاں تیرے نالّ تھو اُسی طرح اَجاں وِی تنا کدے ہوٹھے نہیں جان دیسوں۔ تیرو میرو مدتاں کو حساب ہے۔

نِکی : (چودھری نا اُٹھتاں دیکھ کے) کنگا بوٹ لانّ لگ گیا ہیں۔ قہواہ کی پیالی پی جاتا، دودھ تے واہ دھکا جوگی کھلّتی نہیں۔ ٹیموں ہل گئی ہے۔ کجھ کھڈاک کرے۔

چودھری : (اگریڑے تیں مُڑ کے) چاہ کی تے لوڑ نہیں۔ متا کم اک نہیں تھو یادر ہیو! ستار یا تنا گوہ سٹن گو کہیو تھو۔ تم انگا الجھیا رہیا ہیں ہنڑ نکی لوخواہ مخواہ آئیو۔

ستاریو : (چودھری کا جاں توں بعد) نکی سن گل چودھری مھارے کوٹے بیسن نہیں تھو آیو۔ اُس نے حکم کرنو تھو۔

نکی : بھائی نا اللہ بخشے ایتویں تے نہیں تھو کہہ اِنھاں لوکاں نا کسے مجبوری دِستی، نکی لو جانو پوئے۔ (پردو گر جائے)

”تیجو سین“ (چودھری کو گھر)

ستاریو : السلام علیکم چودھری صاحب۔

چودھری : چنگی سبیل ہے۔ کت جے مورو بجھایو ہے۔ تیری ہنّ اَکھ کھلّی ہیں۔ لوک چھٹو کڑ ولا رہیا ہیں۔

ستاریو : میر حالت تم دیکھ ہی کے آیا تھا۔ کوئے آجائے تے چھٹ گھڑی بیسو ہی پے چاتے۔

چودھری : کمتالّی کی یاہ حالت تے تنا لوکاں کی ٹہل ٹنڈھوالی نہیں پوری ہوتی اس طرح مھاری نہ نبھی کم کرنو ہے تے سدھی طرح نہیں تاں حساب مکانّ آلّی گل کر۔ کپڑا چیڑا تے دانہ پھکا کی لوڑ پیّاں ماں توں سدھو میرے کولےّ پہنچے۔ اُس ویلّے دیر نہیں ہوتی۔

ستاریو : او جی تم ناپتو ہی ہے۔ حساب مکانّ جوؤ میرے کوتےّ ہے کے ہے۔ کم کان یہ ساہ نال لگاوا ہیں۔ سبیل تے کدے کبیلّ اتنی ٹٹی وی کیوں دیں۔ جناں کو چھٹ وی واہ واہ وے۔ اجاں تے دھیڑی پچھاں ہیں۔ حساب کتاب تے تھارو میرو ساہ نال ہے۔ ہوتو مکتو رہ گو۔

چودھری : جیدے گھانی نہ پیڑتے جا اگاں کم ور ستاریو چلیو جائے۔

(پردو گر جائے)

چوتھو سین (ستاریا کو گھر)

ستاریو : (چار دن بعد گھر واپس آوے تے بھت ٹھڑکا کے بگی نا جگاوے۔ بگی ...بگی ....اوہ بگی جاگے جے سو گئی ہے۔ اُٹھ تاں ہوڑ ولاہ۔

بگی : (اکھ ملّھو تاں ماں) او کونڑ ہے اس ویلّے کبیلّے۔

ستاریو : ہوں ہاں نا ہوں...... بھت کھول۔

بگی : ہوں کونڑ ہوے، ناں لے نا۔ اس ویلّے کنگا ڈھنڈورا دئے۔

ستاریو : ہوں ہاں ستاریو خصم تیرو۔ ہور اس ویلّے کونڑ آوے گو رات تیرے کونّے۔ (بگی بھت کھولے) کوک، کوک کے میرا سر گی ٹھکری ہو گئی۔ اتنی آرام طلبی۔

بگی : آرام طلبی تے جو رہے۔ اٹھویں دھیاڑے گھر مڑیں فروی نہورا کرتا۔ اَج توڑی کنگار ہیا ہیں۔ کدے بیلاّ نالّ آتا جے آنّو تھو۔

ستاریو : بگی ٹرٹر نہ کر۔ تنا بیلاّ ہی کو پتو ہے۔ اگلاں کی ڈھا میری جان چڑھی وی تھی۔ ویہہ اپنو حاصل لین تیں بغیر نہیں جاں چھوڑتا۔ ایک دن واسطے سد یو تھونا۔ اَج چوتھے دھیاڑے چھوڑیو ہاں خدا غریب وِی کسے نا نہ کرے۔

بگی : جید نے ہنڑ لچکر نہ کرو تے چڑھ گے سو رہیو۔

ستاریو : بگی جے بھکھاں نیند آتی تاں دے ستا ہی رہتا فرتنا کجیا کرن کی کے لوڑ تھی تیں کوئے دو ٹکلی سٹی وی ویں گی تاں چڑھ کے سونڑ کو

روح آوے۔ منّا اسو یلے بیسنؔ کا آنکس وِی نہیں لگتا۔

نکی : آٹا کی چونڈھی نہیں نکی لو گاں ہوں وِی بھکھی ہاں۔ اس ویلے میرے تیں لکھ نہیں ہوتو، سور ہو ہنؔ ۔

ستاریو : اچھا ہوں تے سوچوں اکبار چوہدری کولوں جان چھٹ جاتی۔ بھکھ ننگ برداشت کر لیتا۔ (پردو گر جائے)

''پنجمو سین'' (چوہدری کو گھر)

چودھری : ستاریا کے کے کیو ہے دھیاڑی۔ کتنا اِک جناں تھا۔ زمین بن گئی نہیں۔ نکی لو واسطے کسے نا کہتا۔ لنگ پھسا چھوڑتا کسے ہور کی لیتری نہ وہے بھلک۔

ستاریو : نکی لو کو فکر نہ کرو جی۔ جیویں (زمین) بنتاں لگ جائیں گا۔ دو ترے دھیاڑا اچر توڑی لوک وی بہلا ہو جائیں گا۔

چودھری : اَج دھیاڑی تیں لکھ نہیں کیو؟

ستاریو : میں کد کہیو جے لکھ نہیں ہوں کر کر کے ٹٹ گیو ہاں۔ پر زمین بنان واسطے داندان کی ضرورت ہے۔ داند کسے کا لبھا نہیں۔ لوک اپنے اپنے لگا واہیں میرے توں اکلاں ہور کجھ ہوے نہیں تھو۔ بتھل کڈے کے رکھ چھوڑی ہے۔ داند اپنا ہو تا تے کم جلدی ہو جاتو۔

چودھری : ہوں داند رکھوں جے لوکاں کا مر گیا ہویں کہڑو نہیں داند دیتو توں

جاء ناں نکی لومنگ لیادا ند عطیا کا۔

ستاریو : اوجی جے سچی گل پچھیں تاں ہوں رجیوو ہاں عمر ساری تھاری نوکری کر کر کے فروی گھر واہ ایک بڈھیڑی ہے۔ اُس نا پھا کا لگیں لگاوا۔نکو گھروں باہر سٹیو وو ہے۔ میری نوکری کو انہاں نا کے فائدو ہے۔

چودھری : ہوں کے کروں بڈھی نا تے نکا نا؟

ستاریو : تم ہنٌ میرو حساب ہی کرو تے پتو لگے۔ جس سال بھائی فوت ہو یو ہے تم کہیں تھا اجاں چار سال ہیں۔ ہنٌ یوہ پنجمو سال جاے لگووؤ۔

چودھری : حساب تے تیرو ہنٌ پورو وہی وے گو......ور... تیرو وہ نکو کتنو اک ہے رے۔

ستاریو : تھاری اُس بڈیری گیری کے ناںٌ کو ہے۔ ہن ۱۸/۱۷ سالاں کووے گو۔

چودھری : وہ پڑھے وِی ہے نا کتنی ماں ہے اس سال۔

ستاریو : ۱۰/۹ سال ہو گیا ہیں پڑھتاں۔

چودھری : ستاریا توں ہنٌ بڈھووی ہو گیو ہے۔ موت کووی پتو نہیں ہوتو کس ویلٰے آجائے تیں اس نکا کو بیاہ کرانو تھونا۔ جیتاں جیتاں خوشی دیکھ لیتو۔

ستاریو : خوشی تے جوردیکھی ہنٌ اُس نا تے پڑھنٌ دیوں۔ مدے اُس کا

دھیاڑا اسبلا مڑیں۔

چودھری : توں نہ ہویو تے اُس کا سبلا دھیاڑا تیری کس کاری۔اک بار تے خوشی دیکھ لے۔

ستاریو : چودھری صاحب پیسہ کت ہیں بیاہ واسطے۔

چودھری : پیساں کو کے ہے ہوں جیوں تے تنا کے پرواہ ہے۔میں اگے کدسیا نف کی تیرے ناںؒ۔

ستاریو : واہ گل تے ہے یارقم مکانی وی پوئے گی۔نافر کے کروں گو۔

چودھری : ستاریا ہوں کہڑ وا ج ہی تیرے کولوں منگن لگو۔پیئو کم کاج کر کے مکا چھڑ یئے۔

ستاریو : کم کاج تیں ہنڑ دِکی آ گئی ہے جان کی یاہ حالت ہوئی وِی ہے۔

چودھری : نہ تے منا کوئے لالچ تے نہیں۔ہوں کہوں تھوتوں نکا کی خوشی دیکھ لےآ۔

ستاریو : چوہدری صاحب دوایک گل ہور وِی ہیں نا اِک تے گدرا کی پڑھائی چھٹ جائے گی دوجے رشتو وی کونڑ دیئے ہم نا؟

چودھری : اوجھلیا لو کا بیان ناںؒ پڑھائی ماں کے فرق پوئے۔سگوں گھر کا کم کاج ماں ساہنی ہو جائے گی تے گیرو بے فکرو پڑھے گو رہی گل رشتہ کی تے ہے کون جہڑو میری مرضی توں بغیر رشتو لے دے سکے۔ ہوں جس کو چاہوں گھر بساؤں جس کو چاہوں اجاڑ چھوڑوں۔ واہ جمالیہ کی گیری ہے نا۔چنگی نک منہ آلی ہے۔

اُس کو وارث وِی کون ہے۔ ہوں گل کروں گو۔

ستاریو : اچھا ہوں گھر صلاح کروں گو۔

چودھری : ہوں شہر چلیو ہاں تے تیرا نکا نا وی گھر آنڑ کو سہنیو دے چھوڑوں گو۔ پر دو گر جائے

چھیوسین (ستاریو کو گھر)

ستاریو : تاں بگی حقہ پر اگ دھر دے۔

بگی : حقو تے پچھاں وِی اِتے ہی ہے۔ اَج کتنا دھیاڑا توں پچھے یوہ نکو آیو ہے۔ اس ناں گل بات کرتا تاں۔

ستاریو : نکا ہی ناں گل کروں گو ورتوں حقو اُراں کر! (ستاریو بگی کولوں حقو لیکے چھکے)

شمس الدین: بابا ہوں تے بھلکیں نیوں وی آنڑ ورتھو۔ تم نے آج سنہیو کیوں دتو تھو۔ میں سوچیو پتو نہیں کے گل ہے۔ اماں تے کہہ ہم نے نہیں سنہیو دتو۔

ستاریو : اُس نا اندر بیٹھاں بیٹھاں باہر کا کماں کو پتو ہی کے ہے۔ اس نا پکاں کھانڑ کو ہی کم ہے۔

بگی : اخاں ہور تے منا کوئے کم ہی نہیں۔ مھیساں کو گھاہ پانی کر کر کے تم تھکا داویں گا...

ستاریو : اچھا چھوڑا نہاں گلاں ناہنڑ ہم بڈھا وِی ہو گیا ہاں۔ میر وروح

تھو۔اس نکا کی خوشی دیکھ لیتا۔

بگی : یوہ روح تے میر ووی کہہ تھو۔ور پیساں کو کے کراں گا۔

ستاریو : اُس گل کی تے چودھری نے حامی بھری ہے۔کہہ تھو پیا بلیّں بلیّں مکا تا رہیو۔

شمس : بابا منا پڑھنؗ دیو جس ویلے پیسا ہو یا آپ بیاہ وی ہو جائے گو۔

ستاریو : بچہ ہونؗ نے سارو کجھ ہو جائے گو۔میری اکھ نہیں دیکھسیں۔ سوچوں تھو جیتاں جیتاں تیرو وی ڈھوڈو تھپے جائے آ ہم وی خوشی دیکھ لیتا۔

بگی : نہ تے کراویں گا کت......ہم نادے گو کونؗ؟

ستاریو : دیسیں کیوں نہیں۔مھارو لال جیسو بچو ہے۔پڑھے وِی ہے۔ چودھری کہہ تھو واہ جمالیہ کی گیری ہے نا یتیم،خبرے پنجمی پڑھے۔ اُس نالؗ کرا چھوڑاں گا۔تے واہ گل جے نہ ہو سکی۔چودھری کہہ تھو کسے ہور کو کاغذ کرا کے بیاہ کرا چھوڑاں گا تیرا نکا کو......

شمس الدین: میرے جوگی ہنؗ چھٹڑ ہی رہی؟۔

بگی : نہیں بچہ اس طرح کو بیاہ نہیں کرا ساں۔سر ویں تے ٹوپیاں کا کالؗ نہیں۔جمالیہ کی گیری ہے چنگی ہے۔

ستاریو : وہی گل کجھ میری نظر ماں وِی آوے۔ (پردو گر جائے)

ستموسین (چودھری کوگھر)

چودھری : ستاریا! یہ دوترے دھیاڑا کنگا رہیو ہے۔

ستاریو : آٹو وی موکلیوؤ وتھو تے اپنا سانگاں ماں چریٹ مارنی تھی، داند منگ کے۔

چودھری : وُہ اُس گل کو کے کیو ہے؟

ستاریو : نکو کہہ تھو پڑھائی نہ چھٹ جائے۔ بگی تے من ہی گئی تھی۔

چودھری : ہوں فرانہاں نالّ گل بات طے کروں گو۔ توں پنج ست دھیاڑا اتے رہیے۔

ستاریو : میرو کے ہے جی عمرا تے گذار چھوڑی۔ ہفتا ست دِن منا ئیس اکنّ کا لگیں، پتو نہیں وہ یہ منّے گا کہ نہیں۔ ٹوم کتنی اک منگین گا۔

چودھری : چھوڑ توں نہ منّ آلّا کونّ ہیں۔ میرو فیصلو اٹل وے۔ ٹوم وِی اک اَدھ بنوادیوں گو۔ باقی کسے کولوں ایک دھیاڑ اور منگ کے کم ٹپالیاں گا۔

ستاریو : اچھا ٹھیک ہے۔ ناپر پیساں کو کجھ کروں۔ فر کوئی لیر کپڑا کو کراں۔ دانہ پھکا آلّی گل وِی اسی طرح ہے۔

چودھری : توں گھبرانہ یوہ لے روپیو ہزار۔ جا کے خرچ کپڑا کو کجھ کریئے۔ تانجے اگلا اتار توڑی ہم رشتو نمیڑلیاں۔ ٹوم اِک ادھ وِی بنوالے تے اُس نکانا وِی بلالئے شہروں۔

ستاریو : اوجی اُس ناتے جے چھٹی ہوئی آجائے گو۔اچھااللہ کے حوالے۔

پردوگر جائے

اٹھموسین (ستاریاکوگھر)

ستاریو : نگی اَج بار ہے۔وہ شمس الدین وِی آتو وے گونا۔

نگی : وُہ تے آتو وے گو۔چودھری اتنا دھیاڑا کے کراتو رہیو ہے۔
ہمنٚ تم بھی ستویں دھیاڑے آنویں دفتروں۔

ستاریو : اَجاں تے بیاہ کی گل ہی کے ہے تے ہسیر لگ گئیں۔بیاہ ہوگیو
فرتے عمراُتے لگ جائے گی۔

نگی : تم خوشی بچ اس طرح کی گل نہ کریا کرو۔دسونہ چودھری نے سر
جھنیو ہے۔

ستاریو : ہاں چودھری نے تے سرنا خاصی چھنڈی ماری تھی ہوں دیکھوں
تھو۔وہ نکو آجا تو تے اک ہی بار گل کرنی پیتی۔میرے تے
گھڑی گھڑی نہیں مغز کھپائی ہوتی۔

شمس الدین: اندرآوے،ستاریو،آرے بچیا۔

نگی : گھمائی نہ تیرے وروں۔آہمنٚ تناں ہی یاد کران تھا۔

ستاریو : شمس توں پڑھے کتنی ہے۔لوگ پُچھتا رہیں تے ہوں کجھ
بیروے نہیں دس سکتو۔

شمس : باباہوں تے ہمنٚ اٹھویں وچوں فسٹ آیوہاں۔ماسٹر کہہ تھو

سائنس پڑھیئے ۔تناڈاکٹر بناواں گا۔

ستاریو : جو کجھ قسمت ماں ہو یو لبھ جائے گو بچہ تکبری نہ کرییئے۔

شمس : بابا سلیم کو پتو نہیں کے حال ہے۔آ تو کیوں نہیں۔

ستاریو : بچہ وہ دُور ہے نا۔غنی اُس نا بل پڑھاوے گو۔ہم اُس ناںؔ کروی کے سکاں تھا۔

نکی : ہوں کے کہوں تھی واہ بیاہ کی گل کرتا نا۔

ستاریو : اَخاں واہی گل لگوہاں کرن۔چودھری نے روپیو ہزار دِتو ہے جے جا کے خرچ کو کجھ کروتے اِک اَدھ ٹوم وی۔ بنوالیو۔باقی منگ تنگ کے گذارو کرلیاں گا۔

نکی : تم باپ، دادا تیں منگ تنگ ہی کے بیاہ کرتا رہیا ہیں۔میری باری وی تم نے لکھ نہیں دِتو۔تم ناہٹکا کی وصیت تے نہیں؟

ستاریو : نکی جیدے گل نہ کر تیرے واسطے میں جان گاںؔ چھوڑی۔تیری اکھاں اگے لکھ نہیں آ تو۔ یہ لے پیسہ اندر رکھ چھوڑ ہوں کدے جلدی شہر جاؤں گو...... کپڑان واسطے......

نکی : کہڑی سترنج ور دھروں؟

ستاریو : اَڑیا کِتے دھر چھوڑ نا یاہ گل وِی میرے کولوں پچھے۔چودھری اُنہاں کے گیوو وہے۔ رشتہ واسطے وہ کیہو تحفو لیکے مڑے گو مھارے دروں ہی نہ ڈھل ہو جائے۔اچھا جو اللہ کرے۔

(پردو گر جائے)

نوموسین (ستاریا کو گھر شادی توں سال بعد)

بگی : (بھوناں) ڈیڑھ سال ہو گیو ہے تیرا بیاہ نا تے تنا اجاں نہیں عقل آئی۔ لکھ بھن کے دو نہیں کرتی۔ پڑھ گئی دو جماعت جے۔ لعنت اُس گھڑی نا جس ویلے تیرو لٹھیاہ ہو یو تھو۔ انہاں نا وی ہور نہ لبھی کائے تیرے بغیر۔

رضیہ : مناں تے سال ہی ہو یو ہے۔ تمنا نے عمر ساری نہ عقل آئی۔ چودھری نا اللہ دفعہ کرے جہڑو بے کساں نا اس طرح کھجل کرے۔ مچ شونق بیاہ کی تے اپنی گیری دے چھوڑتو نا۔

ستاریو : (شمس کے نال اندر آتاں ماں) داں بگی اُٹھ کائے چلم دھر دے حقہ پر تھک گیو ہاں۔

بگی : تھکی وی تے ہوں تھارے تیں وی زیادہ ہاں۔ اتنو مال میرے تیں نہیں سامن ہوتو۔

ستاریو : شکر کراَجاں یہی ہیں۔ چودھری کہہ تھو میرا یہ پھرڑا چوکھر وی لے جا۔ گھر بگی تے واہ نکی آپ سامیں گیں۔

رضیہ : میرے تیں نہیں دھکا ور لگتا۔ چودھری کی اشکات۔

ستاریو : بکھی ماں ہتھ دھر کے ہائے ہائے۔

شمس : کے ہو یو بابا؟

ستاریو : اے بکھی بچوں اَڑک نکلے اپنی کرنیاں اگے لگو ہاں جان کی یاہ

حالت ہے۔ کم کاج وی نہیں ہوتو۔ چودھری وِی لہر لپو کرتو رہے۔ (شمس ستاریا نا منجا پر لموگھل چھوڑے)۔

شمس : اُس ناں کتنا سال لاناہیں۔ دوسال تے ہونڑ لگا ہیں۔

ستاریو : حساب ناں تے ہمن اک ہی سال ہے خبرے کجھ ہور نہ کرے۔ اَج کہہ تھو گیرانا سکولوں موڑ لے تے اتے اپنے نال رکھ جس ویلے فرتوں کم نہ کرسکیو۔ اُس ناں اکلاں چھوڑ دیئے۔ ہے تے نکو ہے پر دو کے بدلے چار سال لا چھوڑے گو۔

شمس : فر ہوں پڑھوں گو کس طرح؟

ستاریو : پڑھے گو تے سہی۔ ور میری یاہ حالت ہے تے سوچ لے نا۔

شمس : نہیں بابا! ہوں تھاری یاہ حالت نہیں دیکھ سکتو۔ تم کم کرسکتا تے ہوں اَپے جاؤں گو؟

ستاریو : نہیں بچہ اچر میرے تیں ہوسکیو تاں اکلاں نہیں چھوڑسوں۔ نکی لو فر دوئے چلاں گا۔ (پردو گر جائے)

دسموں سین (چودھری کو گھر)

چودھری : کتنی اک مک گڈی ہے رے؟

ستاریو : وہ بڑو ڈو گو مکلا چھوڑیو ہے۔

چودھری : تھارا لنگاں نا ازار تھو۔ صرف اک ڈو گو گڈیو ہے؟

شمس : جہڑو ہوسکے تھو کیو ہے۔ ہتھاں ناں اتنو ہی کم ہوسکے مھارے

کوئے کائےمشین تے ہےنہیں۔

چودھری : توں اجاں نکو ہے جیدے گل نہ کریا کر۔

ستاریو : شمس تیں دھیڑی وی روٹی نہیں کھابدی جانا اندر کوئے چپو کھالے۔

چودھری : آ تاں ستاریا پنی گھٹ (ستاریو گھٹن لگ جائے) اورے شمسیا اَجاں نہیں جیوتاں۔ باہر آ جلدی۔(شمس الدین آ کے پنی گھٹے تے ستاریا نا اُٹھال چھوڑے)۔

شمس : اَج ہم گھر جاں گا۔

چودھری : خاصا ہسیرے گیا ہیں کم ہوتو نہیں تے مڑ مڑ کے گھر دوڑیں۔

ستاریو : او جی نکی لو آ رہاں گا نا۔

چودھری : اچھا سبیلے آیو تیرے تیں کم نہیں ہوتو اسے گیرانا چلایئے نا پیو سال کھنڈ جیدے لا چھوڑے گو۔ (پردو گر جائے)

یارھمو سین (ستارکو گھر)

ستاریو : (منجی ورلمو پیوؤو) ہائے......ہائے......تاں نکی پانی گھوٹ اک دے تاں۔بگی پتو نہیں کنگا گئی ہے۔

رضیہ : واہ بانڈی ماں ہے چوکھراں درگئی وی ہے۔(اُٹھ کے پانی دے)

ستاریو : (پانی پی کے) شمس دین نہیں آیو اتنا دھیاڑا ہو گیا ہیں۔

سلیم : ہوں ہاں چاچا سلیم۔

ستاریو : آنا گھما تیرے دروں۔تاں کنی بگی تا بلا۔رضیہ بلا کے لیاوے۔

(بگی تال)) بگی یوہ پچھانیوں ہے۔کون ہے یوہ سلیم ہے۔

(سلیم ناں)یاہ تیری چاچی ہے۔تے یاہ تیری بھرجائی۔

بگی : اے دیکھونا اَج نکی لوآ ٹانے چھینڈ کے ماری تھی تے کاگ وی بولے تھو۔

سلیم : چاچاتم کیوں لماں پیاوا ہیں تھاروکجھ دُکھے۔

ستاریو : ہنڑ کے نہیں دُکھتوساروجودُکھے۔بکھی وچوں اُڑک وی نکلتی رہیں۔

سلیم : ہوں بھلکیں تم نادواآنڑ دیوں گوبل ہوجائیں گاانشاءاللہ۔تے وہ شمس الدین کت ہے۔

ستاریو : وُہ انگاچوہدری ناں لگووہے۔

سلیم : کون چودھری؟کس ناں؟پڑھتونہیں وہ۔

ستاریو : ہائے یہی وے ناقسمت کی گل ہوں غریب تھو تے کدے چودھری کولوں پیسا لیکے آٹو دانوکرتورہیو۔اُس نے سودلالا کے ہوں عمر ساری پھسار کھیو۔فرجس ویلے وے پیسہ نیٹرے لگاتے کہنڑ لگونکاکو بیاہ کرالے خوشی دیکھ لے۔روپیو ہزارردیئوں گو۔دوئے لگارہیاہاں۔تے ہنڑ میری یاہ حالت ہوگئی ہنڑ وُہ ایکلو ہی رہ انگا۔

سلیم : کتناسال ہوگیاہیں۔

ستاریو : ۵،۶سال ہوگیاہیں۔سلیم ہزارروپیہ ماں چھ سال۔ستاریواخاں۔

سلیم : چاچا کے ہوگیو ہے تم نا۔کیوں انہاں لوکاں کولے پھسیں

ویں۔اپنی جان کی یاہ حالت کی۔شمس الدین پڑھتو پڑھتو موڑ کے بیاہ کرا چھوڑیو۔اک دن کی خوشی واسطے ساری عمر تباہ کر چھڑی۔ہنڑ دیکھیں لگا وا خوشی۔

ستاریو : یاہ گل تے تیرو باپ وی (اللہ جنت نصیب کرے) کرتو رِہ وے تھوور کے کراں۔

سلیم : چاچا میرے تیں یوہ کجھ نہیں برداشت ہوتو مناں کجھ کرنو پوئے گو۔ہوں شمس الدین نالیاؤں گو۔

ستاریو : اُس نا کیوں چوہدری آنڑ دے گو۔اُس نا بڑی چال آنویں۔

سلیم : اتنو کجھ ہم وِی جانا۔ہنڑ بچہ تے نہیں۔

ستاریو : اچھا جے کجھ ہو سکے تے کرونا۔اللہ تم نا ہمت دے۔

سلیم : اچھا چاچا ہوں چلیو ہاں۔ (پردو گر جائے)

بارھموں سین (سلیم چودھری کے گھر)

سلیم : چودھری صاحب السلام علیکم۔

چودھری : آوَ جی بیسو میں تم پچھانیاں نہیں۔

سلیم : میرو ناں فاروق ہے، ہوں چودھری فیروز الدین کو لڑکو ہاں۔

چودھری : اچھا وہ تے میرو دوست ہے وَ رتم میں دیکھیا نہیں تھا۔

سلیم : ہوں پڑھنڑ واسطے گیو وتھو تے ہنڑ ہوں فارسٹر لگو ہاں۔

چودھری : اچھا تے اج کس طرح خیال آ گیو انگا آنڑ کو؟

سلیم : اِنگا اُفراں تھو گیو وو تے سو چیو مڑ تاں ماں چودھری صاحب نال ملاقات کر جاؤں لالہ ہور گل کریں ہویں تھاری۔

چودھری : بڑو چنگو کیو جی تم نے...(شمس دین دھیاڑی کم کر کے مڑے)

چودھری : کتنو اک کم ہو یو رے ہور کوئے وی لبھو تھو کہ نہیں۔

شمس الدین: ہوں اکلو ہی تھو تے وہُ رکھ کو سارو گھاہ بدھ چھڑیو ہے۔

چودھری : تیں دھیاڑی روٹی تے نہیں کھاہدی ور اچر توڑی روٹی پکتی آنا پِنی گھٹ (وہ آجائے تھوڑی دیر بعد) ہن مزماناں آتے پاسے مڑنا۔

سلیم : نہیں منا عادت ہی نہیں پنی گھٹان کی (شمس الدین اندر چلیو جائے) تمنا بڑا نیک دِل ہالی لبھا واہیں۔ ہم وِی جور کجھ کرتا رہاں ور پتو نہیں کیوں نہیں رہتا۔

چودھری : کے دیں ہویں تم ؟

سلیم : سال کو دس بارہ سو روپیو۔ تے روٹی وی جہڑی ہم کھاں واہی دیاں۔

چودھری : (ہس کے) یہی تے تم غلطی کریں۔ انہاں نے تا نجے ادھی روٹی نہ کھاہدی وہے تے بلا لینا کم واسطے... مچ سارو کم کر کے آنویں تاں وی ڈانٹ چھڑنا تاں یہ لوک کم کریں۔

سلیم : اچھا...... تے تم پیسہ کتنا اک دیں وہیں۔

چودھری : پیسہ تھا...... پہلاں وھے تھو اس کو باپ ستاریو۔ اُس نارو پیو سو کھڈ دتو فر دونی چونی کر کے ہور سال پھسار کھیو۔ اِچر توڑی ہور

کجھ ضرورت پے گئی۔ کم چلتو رہ تھو۔ فرجس ویلے ویہہ پیسہ ممکن پر آیا۔ اُس ناکہیو نکا کو بیاہ کراتے خوشی دیکھ لے تے روپیو ہزار دتو اُسے ماں ۵،۶ سال تیں یوہ پھسایو دوہے۔

سلیم : تے اس گل کے خلاف تھارے نال گراں کو کوئے نہیں بولتو۔

چودھری : یہ جھلیا لوک ہیں انہاں نامویا انہاں گلاں کو پتو لگے تے میرے نال کجھ کرن آلو جمیو وی کون۔ ہوں گراں کو سردار ہاں۔ لوکاں کا رشتہ ناطہ سب میرے ہتھوں طے وھیں۔ میرو فیصلو اٹل وہے۔ اک وہ ستاریا کو بھائی وے تھو خدا بخش میرے پچھے پیو رہے وے تھو تے اللہ نے لے ہی لیو۔

سلیم : چودھری صاحب تم کے سوچیں انھاں گلاں کو خدا اگے کے جواب دیں گا آخرت ماں۔

چودھری : واہ گل اگے دیکھ لیئیاں گا۔

سلیم : خیر اتنی دور تھاری نظر کئی جائے پر اک گل دسوں تھاری یاہ اس طرح جمع کی وی ساری دولت تھارے کم آسکے۔ تم آرام نال زندگی گذاریں گا پر تھارا بچہ کھجل وہیں گا تے ہو سکے۔ خدا اس طرح کا داھیاڑا لیا وے اِنہاں ناوِی کوئی اسی طرح نوکر رکھے۔

چودھری : چھوڑ پراں توں اَجاں نکو ہے...... (شمس الدین باہر آوے)

سلیم : اِنہاں گلاں ماں ہوں نکو نہیں۔ یہ گل کئی بار دیکھ رہیو ہاں۔ تم

سوچتا رہیو تے پھر کدے ملاقات ہوئی تفصیل نال گل کراں گا۔
اس بار ہوں ذرا جلدی ماں ہاں۔

چودھری : بیسو چاء روٹی کر کے جائیو۔

سلیم : چاہ کی لوڑ نہیں تے یوہ لیو روپیو سو۔ ہوں شمس دین نا نال لیجاؤں گو۔

چودھری : کہیو سو روپیو تے شمس دین نا کنگا لے جائیں گا؟۔

سلیم : تم کہیں تھانا اس دار سو دلا لا کے اَجاں سو روپیو بچے لگو وَو۔ تے یوہ لیو... چودھری صاحب حیران کیوں ہو گیا۔ ہوں پچھانیوں نہیں۔ میرو ناں سلیم ہے۔ ہوں خدا بخش کو لڑ کو ہاں۔ جہڑو بچپن ماں ہی چاچا غنی نالؔ پڑھن واسطے گیو تھو تے یوہ میرو بھائی ہے جہڑو تم نے نوکر لا یو وَو ہے۔

(چودھری حیران ہو کے تعجب نال دیکھے)۔

سلیم : (جاری) نہ چودھری صاحب گھبران کی لوڑ نہیں، چاچا ستار یا کی واہ حالت تے اس کی وِی زندگی خراب، یہ جہڑی تیں دو زندگی تباہ کی ہیں۔ انہاں کو حساب اللہ آپ لئے گو۔ خبرے ہور کتنا ظلم کیا ہویں گا غریباں پر۔

(چودھری کا ہتھ بچوں سو روپیو ڈھ جائے)

سلیم شمس الدین نا گل لا لئے.................. تے پردو گر جائے

د۔ درد

بہادر نے بڑا اچا نال بڑی ریجھا تے ارماناں نال مدتاں کی تلاش توں بعد چنؔ کے کالی تے کنڈی اورامرسری لونگی مھیس آنی تھی۔گل صرف چاہ میلی کرن کی ہوئی تاں بہتیری لبھ جائیں آں۔ور بہادر جسوشوقی جنوں جھڑ واپنی مچھاں تے طرانا ذراوی ڈِنگاں نہیں تھوہونؔ دے۔اُس نادودھ مکھن،تڑکا کلیڑی تے پچھی کی گھونٹ تیں زیادہ شونق قدبت تے سنگاں کی تھی جھڑی خدانے پوری وِی کرچھڑی۔پرعرشی نایوہ سارو کجھ ہوتاں وِی اک ارمان تھو۔بس اک ہی ارمان......کدے کوئے کھانؔ آلو وِی ہوتو گھرماں کسے کا نکا نکا ہتھ اُس کا گاٹا کی چوفیری ہوتا۔اُس نالسی بناتاں ماں ضد کر کے اُراں موڑتو ''اماں''۔جمی دودھی دیہہ تے ہوں جان وِی قربان کرتی۔یوہ غم بہادر ناوی اندرواندری گھن ہاروں کھا گیوتھو۔وُروہ جنوں نے روز دُنیا نا منہ دسنوتھوغم نا باندے کس راہ آنؔ دتیو۔اُس کا وِی تے چار سجن دشمن تھا۔شریک تھا۔

آخراللہ نے وہُ دِن بھی آنیو جد اُس کی لونگی سوئی،اُسی کٹی تھی ہو بہو، متھے نکو جھیوچن،چارے کھر چٹا تے پوچھڑی وی تھوڑی چٹی۔دُودھ مکھن کو تے پہلاں وِی کہڑ و گھاٹو تھو اسے گلوں پہلاں توں لیکے ترے تھنؔ کٹی نا چساتا رہیا تے اک میلؔ کے بس نوؤں کرن واسطے بوہلی تے ہبلّوں بنالیا۔اینویں شونق واسطے۔

گھروں کھاتو پیتو، ہستو کھیڈتو دنیا نا تے کدکوئے چنگو لگو۔ خبرے قدرت وِی نہیں دیکھ سکھا ہتی۔ کسے کی اکھاں نے کھاہدی یا اپنی سڑی وِی قسمت نے دسویں دھیاڑے لونگی نا رات ٹاکوں ہویو تے سبیلٗے توڑی وی تتا ٹھنڈا کی مہلت نہ دتی موت نے۔ سارا آنڈی گواہنڈی سنگی، ساتھی کُڑی مرد آیا افسوس کرن۔ دلیری دین ہمدردی جتان واہی گل جس تیں بہادر نا شروع تیں نفرت تھی۔ کسے نا آج توڑی اُس نے ہمدردی جتانٗ کو موقعو نہیں دتو تھو۔

اُن اُتھروں نا اندھیرا ماں چھپا کے اُس نے رات کڈھی تے دوجے دھیڑے جا کے پنج ہزار نال ہور مھیس لے آیو، کھار کی تے اُسی شونق کی۔ صرف کٹی واسطے ہو کے اُس کھال کی واہ کٹی وی اُس نا مچ پیاری تھی۔ پر جسی ٹٹے اُسی کد جڑی۔ پہلاں تے مھیس نے جھلی نہیں۔ پھر چوتھے دھیڑے ایک تھن چسان لگا۔ دھیڑا تیں دھیرے کٹی سکتی گئی۔ اَج توڑی اُس نے مچ دُکھ بھوگیا تھا۔ پر کٹی جس دھیڑے مرگئی اُس دِن عرشی تے شاید اپنا معصوم اشرف نا یاد کر کے روئے تھی۔ جھڑ واماں کہنٗ تیں پہلاں ہی ٹر گیو تھو۔ پر بہادر کی بنائی وی دریا کی ساری بنھ وی اَج رُڑھ گئی تھی۔ خدا جانے کے سوچ کے، کے یاد کر کے............!

....

سچی خاب

تنگی تکلیف تے شاید زندگی کی نشانی ہین۔ پر میریا پر کجھ زیادہ ہی مہربان تھیں کائے رات نہ گذری۔ جد اُس نا بیلا پر نیند آ گئی ہوئے۔ چر تک سوچنو تے فکر کرنو جس طرح اُس کا نصیباں ماں ہمیشہ واسطے تھو ساراں کا حصہ کو۔ اُس نے بچ واری دِل ناں صلاح کی تھی۔ جے ہوں کدے یہ سارا دُکھ پنڈ وکلی بنھ کے دریاماں سٹ آؤں گو۔ بھانویں مناں وِی چھال مارنی پے جائے۔

پر فر اُس نا نکا ہوتاں کی سنی وِی اک بزرگ کی یاہ گل یاد آ جائے تھی کدے وِی غماں کو حساب نہیں کرنو لوڑتو۔ غم انسان نا اتنو نہیں تھکا تا جتنو غماں کو حساب لہو سکا چھڑے۔

اَج وہ خوش تھو کہ میری زندگی ماں وُہ دِن آ گیو جس کی منّا مدتاں توں اُڈیک تھی۔ اُس نے اِک اِک گٹھاں وچوں چن چن کے غماں کی پنڈ وکلی بنالیں۔ چونٰ آلاّ کوٹھا کو غم جس کی گند کسے وِی بیلے ہوا کا رستہ وچوں ہٹن واسطے تیار تھیں۔ دوہاں نکاں تے بڈھی کو تن ڈھکن واسطے کپڑاں کو غم۔ بھادرا کو موسم تے آٹا کی تنگ دستی۔ شاہ کا ادھارا پیساں کو تے مھیس کا بڑا ڈھڈ بھرن کو غم، تے ہور وی بچ سارا غم۔ اُس نے سارا بکھ بکھ بنھ کے اک ترنگڑی ماں اکٹھا کر لیا۔ تے فر منجی کے

سرہانے دھر کے پایا ناںؔ بیس کے چانؔ لگو، تانجے اَج یہ سارا غم دریا بڑ دھو جائیں۔ جنواں پر ہتھ دھر کے اُٹھن۔لگو پر صاف سکھڑ ہونؔ تیں پہلاں ہی اُس نا خیال آیو نہ وَہے تے واہ آخری چوڑ وی لے آوّں۔جہڑی مدتاں توں سمھال کے رکھی تے اُس نا سمھال کے رکھنؔ کو غم وِی تے گھٹ نہیں تھو۔فر اُس نے یاداں کی پنڈ وکلی وی ترنگڑی ماں گھل ہی لی تانجے ہمیشہ واسطے سروں لاہ آوے۔

پر وُہ جد بھار چا کے دوھری بار اٹھن لگو تے نہ اُٹھ سکیو۔اُس نا اِس طرح محسوس ہویو جے وُہ ڈھ پیئو تے اُس کو ایک پاسو مارے گیو۔

جد لو ہویاں ماں اُس کی اَکھ کھلیں تاں سجا پاسا کا فالج نے وہ سچیں اَج اُٹھن نہ دِتو۔...........!

....

آخری جھلکارو

اپنی اولاد کی کس نا خوشی نہیں ہوتی وہ امیر ہوئے یا غریب سارا اپنا نکاں واسطے اِکو جھیا سوہنا خواب دیکھیں۔ پورا بھانویں قسمتاں ناں ہی ہوئیں۔ پر دیکھن ماں کے حرج ہے۔ کالیہ کو اس گل وریقین نہیں تھو۔ وہ کہہ تھو ہوں بھانویں مجوری کرن آلو آدمی ہاں پر ہوں اپنی اَدموئی جند پر ہور چار تکلیف سہہ کے اپنا لعل نا سچیں لعل بناؤں گو۔ تے مشکلاں کا لکھ ہمت کا دریا اگے کد کھلیا ہیں۔ اُس نے پہلاں توں لیکے ہی لعل نا افسر بناںٔ کی نیت ناںٔ شروع کی۔ صرفو سینو کیو۔ بھڑی مجوری کی۔ ماں نے لوکاں کو سوت کت کے لعل کی پڑھائی ماں کوئی فرق نہ چھوڑیو۔ تیئیں تے خدا نے اَج یوہ دِن وی دسیو کہ لعل کی شہروں بھیجی وی تار اج کالیہ کا ہتھ ماں تھی۔ سکول کا ماسٹر نے پی پڑھ کے کہیو تھو۔ تیرو لعل افسر بن گیو ہے۔ اَج شہروں مڑ کے آوے گو شام تو ڑی اُڈیک رکھیو۔ تے یاہ گل سن کے ماں باپ کو دِل ہی جانے کتنی خوشی وَے۔

کالیو روٹی بیلّے ہی گھروں ٹر گیو تے سڑک کے دندے ہر آتی جاتی گڈی نا دیکھنںٔ لگو۔ کہڑے ویلے لعل پہونچے ہنںٔ شام ہونںٔ آلّی تھی پر کالیہ واسطے نہیں۔ اُس نا اَج اپنی خواب سچی ہوتی دسیں تھیں اچانک اِچر کوئے اک گڈی وِچوں اُتریو

تے کالیو دوڑ کے نیڑے پہنچ گیو۔ وہ سچیں اُسے کو لعل تھو نے چنگو جھٹ وہ گل نال لا رکھیو تے فر زور یں اُس کو سامان لیکے اپنا مونڈھا پر رکھ لیو۔ نہیں بچہ یوہ دو سیر بھار ہے اِس ناہوں کے منوں اَج میرے ماں اتنی ہمت آ گئی ہے جے بھارا توں بھارو بھاروی چالیوں وے بلنّیں بلنّیں ڈھکی چڑھنؔ لگ گیا۔ پر بدل جھڑ واَج چار دن توں چڑھے تے فرٹل جائے تھو کھنؔ ہی لگ گیو، تے فر دیکھ دیکھتاں اتنو اندھیر و گبار ہو گیو جے راہ وی لبھنوں مشکل ہو گیو۔

پر اللہ کی کرنی بدل کو چمکار شروہو گیو۔ جس ویلے بدل چمکے ویہہ دو قدم بھر لیں۔ فر کھلاؔ ہو جائیں۔ کالیہ نا اس طرح لگے تھو جس طرح یوہ سفراج کو نہیں بلکہ اُس کی ساری زندگی کو وے۔ ہر دو قدم پر بدل چمکتو رہیو تے وے بلنّین بلنّیں گھر کے نیڑے آ لگا۔

ہر چمکار پر کالیہ کا لیہ کا منہ تیں نکلے تھو۔ ''اللہ تیرے وروں صدقے، بس اکوار ہور چمکے آ''۔ چندے آلی کسی کے پارلے پاسے پہنچ کے کالیہ نے کہیو۔ لعل چپ کر کے اُس کے نال کھلو تھو تے تے فر سچیں چمکیو تے اس بار کی لاٹ وی پہلاں توں زیادہ تھی۔ پر جھٹ توڑی کالیو اکلوا دودھ موؤ جھیو چندے کی کندنالؔ پیؤ و لوکاں نے دیکھیو۔..........!!

....

کالو جادُو

وقت کے نالؔ عمر کو ایک ایک دانو موتی کا دانا نالوں کرتو گیو تے اَج سارو کجھ گیو۔ سب کجھ ویہہ یادوی جنہاں نا ہمیشہ سینہ نالؔ لا کے رکھنؔ کی میں کئی وار قسم کھاہدی۔ ہنؔ لہاں سچیاں سچیاں تے بڑی ریچھاں نال سمھال وی یاداں کو وِی بس اتیر جیہودسے پر پتونہیں کیوں اک گل اَجاں توڑی شاید کیسے گٹھ ماں کورنکوری دھری وی ہے۔

منا یاد ہے جد مھارا اسکول ماں اکوار ڈی سی آیو تھو جلسو کرن واسطے ہور تے کجھ یاد نہیں پر میں مڑ کے حاجی چاچو مچ تنگ کیو تھو۔ یہ ڈی سی کس طرح بنیں۔ انہاں کو لے اتنا پیسہ کتوں آنویں یہ اپنی گڈی ور ہور کسے نا کیوں نہیں بیسن دیتا۔ تے انہاں نا دیکھ کے سارا لوک کیوں کھلا ہو جائیں۔

اتنا سارا سوال کر کے منا یقین تھو حاجی چاچو جواب نہیں دے سکسیں۔ وہ سچیں کجھ نہ دسے تے منا اس طرح لگو جے وہ اُس ویلے منا ٹالتو ہوئے میں ضد نبھ لئی اَج پتولا کے چھوڑوں گو۔ آخر تنگ آ کے اُس نے کہیو بڑا افسر وہی بنیں جنہاں کو لے اَللہ دین کو چراغ ہے۔

وُہ اپنے دروں اک ہی جواب دے کے جان چھڑکا وے تھو۔ پر وہ ہور الجھا ماں پھس گیو ہنؔ سوال یوہ ہو گیو تھو جے الہ دین کو چراغ کے ہووے کس طرح کو

ہوے۔ مچ گھوچ کر کر کے آخر اُس نے اتنی گل دسی جے اُس کی شکل تے مناں وِی سہی نہیں پر کہیں یوہ کوہ قاف کا پہاڑاں بچوں کسے کسے کے ہتھ آتو رہیو ہے۔ اُس نا گھواوہاں ماں جن حاضر ہو جائے۔ تے فر اُس کولوں جو منگو لبھ جائے۔ چھٹ اک ہوں چھپ رہیو۔ پر یاہ گل سمجھ ماں نہ آئی جے چراغ اِک ہی وے تے فر اتنا لوکاں کے ہتھ نہیں تھو آسکے۔ ضرور کوئے راز ہوئے گو جد یاہ گل میں چاچا نا پچھی تاں وہ وی خاصی دیر سوچتو رہیو تے فر کہن لگو ہاں یاہ توں سچ کہہ وہ چراغ ہی کوئی ہوروے گو۔

یاہ گل خورے کس طرح میرے پلے پے گئی تے فر اُس ڈھیاڑے توں لیکے میں کتاباں ماں تلاش شروع کر دتی۔ آخر علم ہے کدے تے وے گو لکھیو و دیوہ الی دین کو چراغ کے وے کس طرح کو وے کتوں لبھے کس طرح استعمال کریں۔ تے کے کے فائدہ ہویں اس کا ہوں۔ پڑھتو رہیو۔ پڑھتو رہیو۔ کجھ یاد نہیں۔ چراغ لوڑتاں لوڑتاں کتنا اَشتان وی پاس کر لیا۔ پر ہوں اُسے پاسے لگو رہیو۔ لائبریریاں کی کتاب چھانڑ ماری۔ ڈکشنری توں لیکے سائنس کی کتاباں توڑی۔ مدے اشاراں ماں کجھ اتو پتو ہوے لکھیو وو۔ کجھ سمجھ نہ آئی۔

ہنڑ منا پاسوں چنگی چنگی نوکری وی لبن لگ گئی۔ کدے تحصیلدار کی۔ کدے جج کی تے کدے کجھ ہور اُچا عہدہ بڑا بڑا افسر وی آبیں کرن لگ گیا پر ہوں سارا کئیں نا چھوڑ چھاڑ کے ماسٹر بن گیو۔ تانجے مچ سارا شاگرداں سمیت اپنی تلاش جاری رکھوں۔ ہوں حیران ہو گیو کہ ہنڑ وی سارا لوک برابر میری عزت کریں تھا۔

فر ایک دِن میں خواب ماں دیکھیو کہ میرا ہتھ ماں اک بڑو سارو چراغ ہے تے سکولیا نکا اُس نالوں اپنا اپنا دِیوا بالتا تے ٹرتا جائیں۔.....!!

کباری

مٹی کی بنٔی وی نکی جہی تھلّی پر سر دھر کے بجی باہی ستاں اجاں چھٹ ایک ہو یو تھو۔ جے دو کوئیاڈراونٔی شکل آلا میرے کو لے آنٔ کھلیا۔ متّاں پورو یقین ہے جے میری ہنار انھاں تیں خاصی بل تھی ۔ ان اوپراں چوپراں نا دیکھ کے حیران نہیں تھو ہوں.....جے وِہ چپ ہی رہیا ہوتا خبرے اس گلوں جے میں بھی دنیاں ماہان بانٔیاں کا لوگ دیکھیا تھا۔ کجھ جھڑا اسکا ہو کے وی اوپرا لگتا رہیا تے کجھ ست پیرایا وی پل پل دل ما بستا رہیا ہاں متّاں اس طرح محسوس ہو یو ہے ۔ وِہ متّاں دیکھ کے شائد دلیلاں ما پے گیا تھا۔ جس طرح ہوں وُہ نہ ہوں جس کا بھلاوا پر وِہ ات پہچیا تھا۔ خبرے کسی تفتیش کی نیت نالٔ۔

نیس ایک.....اک دو جا درا کھاں نالٔ کُجھ اِشارہ کر کے تے دوئے اریڑے ہو آیا۔ میرے در اَنگلی نالٔ اٹھن کو اشارو کیو تے میرے کو لوّں پنج ست سوال کھو ہرئیں پچھیا۔ جن کو جواب میں اسے را دے چھوڑیو۔ جس طرح ہوں چوتھی ما پانجا کو پہاڑو سناؤں ہوں اک پانجا پانجا دو پانجا دس ترے پانجے پندرہ...... یہ ہور ہی حیران ہو کے کو کسے در دیکھن لگ گیا۔

اسے راہوں وی حیران ہو یو تھو۔ جد پرچی پر اپنو ناں پڑھیو تھو۔ ہزاراں لوگ

اکٹھا قبر کدے کی تیار....کفن چوفڑ کر کے دھر یووۓ۔ جنازہ واسطے صف سدھی کریں ۔تے ہولی جھی سخنی منجی اگے دھری وی ۔ جنازہ کا آن ماہور کائے دیر نہیں تھی ۔ صرف یوہ اجاں فیصلو نہیں تھو ہوسکیو جے آخراس بستی ما فساد، ہر پاسے نحوست، بے برکتی، نفسو نفسی تے بے ایمانی کس کے پیروں ہے۔ تے بستی کا وِہ پنچ سرکردہ اسے مسئلہ پر بڑی دیر توں سوچ بچار ما لگا وا تھا۔

بستی ما کونڑ کے کرے تھو؟ کس کا کرتوت کس طرح کا تھا؟ میرے ہاروں کجھ ہور وی جانیں تھا تے ہوسکے کدے ٹوکیا وی ہویں ۔ پر منّاں کدے کدے جان کے ایانو بن جان ما لطف آوے۔ منّاں نہیں یاد میں خواہ مخواہ کسے کو دل دکھایو ہوئے ۔ ہاں اک قصور میرا تیں ضرور ہو یو ہے۔ اکوار میں وُہ قافلو دھونگھ چھوڑیو۔ جس نا مدتاں توں خواب مانھ ٹرن کی عادت ہوگئی تھی۔ باقی ہوں ہمیشہ جھکتو تے لاجی کرتو رہیوا سا کماں تیں وی جھاں ماہور کد کے پے جائیں تھا۔

پیشی چھوٹی ہوئے تھی سرکرداں کو فیصلو اک چٹ پر لکھیو وؤ آ گیو۔ اُن ساریاں برائیاں کی جڑ ہوں تے ساراں مسئلاں کو حل میرے کولوں خلاصی.........تے ہوں چپ کر کے اس نکی جھی منجی پر لمّو پے رہیو۔ اس توں بعد مدت توڑی منّاں کوئے خواب خیال نہیں کے ہو یو۔

اُن اوپراں کوئیاں نا مڑ کے گیاں کجھ ہی منٹ گذریا ہوئیں گا تے ایک سفید پوش ہور آ کھلیو۔ جھٹ اک موڑ بنا کے کھلو رہیو۔ جس طرح کدے کدے ہوں دنیا ما کسے ناں بنالیوں ہوں۔

تے فر کہن لگو!! توں ہنے اِت کس نے چلایو؟

تیرو کوئے کم وی ویلا ورنہیں ہویو، ہمیشہ کباری ہوئی۔کوئے کم اگے تے کوئے
ٹیموں ککھُنج کے.....

ہوں اس نا کہن لگو تھو۔ پر نہ کہہ سکیو اس نے اک حکم ناموں کھولیو تے نیس
اک نظر مار کے کہیو‘‘ توں اسے ویلے واپس چلے جاتے فٹافٹ انھاں پنجاں نا اراں
چلا۔اپروں یوہ ہی حکم ہے۔

....

پرائی پیڑ

نکا ہوتاں قضیاں بختاں نے تے پچھے وکیل چاچا نے نہ دبایو ہوتو تاں ہوں اَج ضرور بڑو افسر ہوتو۔ پارجا کے تے بڑی شونق پئی ور بیلو بک گیوتھو ہن تے بس تتی ریت ماں دھیڑی ساری سر یوڈھونو ہی میرو مقدر بن گیوتھو۔ نکاں ہوتاں توں لیکے سوچن کی منا عادت تھی۔ اَج وی سوچوں مدتاں توڑی اکلو بیں کے سوچتو رہیوں دِل کا درداں توں لیکے خلیج کا بحران توڑی۔ اَمن وہے گو یا نہیں۔ دنیا تباہ نہ ہوجائے۔ خیر مناں کے ہے۔ یاہ دنیا۔ یاہ ظالم دنیا جھڑی حقدار نا اُس کا حق نہ دے سکے نہ دوا سکے۔ میرے داروں کل تباہ ہوتی اَج ہی ہوجائے تے اَج ہوتی ہنڑ ہی۔ میرا کہڑ انکار وئیں۔ ہاں سال کھنڈ ہور کو یت مانھ رہتو تے اک ادھ بیاہ وکیل چاچو ہور کرا چھوڑے آ۔

میں وکیل چاچا کو تعارف ہی نہیں شاید کرایو۔ میرو سکو چاچو ہے تے گل کرن داروں نہیں سچیں وکیل ہے۔ پہلاں ڈیڑھ سال جموں فر شہر تے اَجکل اپنی تحصیل ماں وکالت کرے خاصی زمین ہتھ ماں کرلی ہیں لوکاں کولوں۔ میری تے چھڑی چار کنال تھی جھڑی بابا کا مرتاں ہی اُس نے دبالی تھی پوری سمہال تے نہیں ور شاید تستیاں تیں نس کے اگاں مجوری کرن آلاں نالؔ ہندوستان گیوتھو تے پھرتاں

پھر تاں اک کمپنی نال کویت..

ہوں گل کروں تھو اپنا بیاہ کی کویت وچوں اتنا سالاں ماں صرف چار بار گھر آیو ہاں۔ دو بار چاچا نے بیاہ کرایو تے دو بار کا غذ۔ یہ دو اُس گیری تیں علاوہ ہیں جہڑی نکا ہوتاں بابا نے رکھائی تے ماما نے چھڑکائی تھی۔ بابو تے ٹر گیو۔ اماں کی اکھ دو سال منا اڈ یک اڈ یک کے اسی چٹی ہوئیں کہ مناں لوڑتی لوڑتی واہ آپ کدے دور گم ہوگئی۔ ہن گراں ماں میرو جائز وارث صرف چاچو رہ گیو تھو۔ میری چٹھی تے پیسا وصول کرن واسطے جی یو ہی چاچو جہڑو اجکل وکیل چاچو ہے۔ پہلاں تے بیاہ کا خرچہ واسطے پیسا منگا تو رہے تے دوجے پھیرے اچڑ ہوں آتو گل طلاق توڑی پہچی وی وہے تھی۔

''بسن جوگی ہے ہی نہیں۔ زبان دراز، بڑاں نالؔ وی اچیں بولے''۔ یوہ وہے تھو چاچا کو بہانو، دوئے بار یاہی گل ہوئی تے ہوں اپنی قسمت سڑی وی سمجھ کے چپ ہو جاتو رہیو پر جدکاں ہوں پاروں مڑ کے آیو ہاں۔ مڑ یو نہیں موڑ یو ہاں۔ اِک چیز میں دیکھی ہے جے چاچی جہڑی قینچی ہاروں زبان چلاوے۔ چاچا نا جیبوں پکڑے تے گھر ماں سروں نہیں وکالت کرن دیتی اَج وی ٹھاٹھ نال بسے رسے۔ مدت کاں سوچوں چاچا نے اُس نا چھوڑن کو فیصلو کدے نہیں کیو۔ اَج وی راہ ٹرتاں شاید یا ہی سوچوں تھو۔

....

پیا ملن کی آس

ہاں شاید توں سچ کہہ تھی جاں وی آدمی اُٹھے اپنے گھروں تے اَج منا یقین ہوتو جائے جس طرح توں ہمیشہ سچ کہتی رہی۔توں سیانی تھی نا۔مچ سیانی تیں اپنے واسطے سوکھوسلکولوڑ لیو تے مناا سا بیابان ماں چھوڑگئی کہ صدیاں تک تیرا قدماں کونشان نہ لبھے ۔تے کدے ہوں کوشش وِی کروں تے پچھاں مڑ کے جان کی وی کائے صورت نہیں دِستی۔شاید یاہی زندگی ہے۔

تنا تے خبرے بجلی کی لاٹ ماں وہ سب کجھ بھل گیو جس نا کدے توں اپنو سب توں قیمتی سرمایو سمجھے تھی۔ ویہ خواباں ماں جین کا دِن خیالاں ماں مدتاں توڑی ڈبیاں رہنو۔رات رات تارا گننا تے چرتک بیٹھاں رہنو نکی نکی شکلیں گل کرن واسطے دنیا کی ہراک شئے ہوتاں ساتاں انھاں گلاں بچوں لبھے وِی ہے ہے۔ویہ دِن یادکر جد تیں میرا مونڈھا پر سر دھر کے چرتک سوچ سوچ کے تاراں کے بشکاروں لوڑ لوڑ کے میری مشکلاں کو ایک حل کڈھ کے آنیو تھو۔کتنی ریجھاں نال تے اکھاں ماں کتنا خواب سجا کے تیں کہیو تھو۔کدے توں اتنی تعلیم حاصل کر کے کہ افسر بن جائے بڑوا افسر تانجے سارا لوک عزت کریں............ تے سب کجھ اپنو ہوئے۔فر ہم نا کسے چیز کی کمی نہیں ہوسیں۔ ہم وِی خوشحال ہوجاں گا۔ ہر پاسے خوشی ہویں گی۔ منا کتنی مشکل تے الجھن تھیں اُس ویلے مگر منا تیرا دل ماں بسیں ویں ریجھ تے آس وِی

صاف دسیں تھیں تے آخر میں تیری اکھاں ماں ڈب کے تیرا سجا ہتھ کی لکیراں نا چم کے یوہ فیصلو کر لیو ہوں ضرور پڑھوں گو۔ بڑی توں بڑی ڈگری لین واسطے تا نجے ہوں تیرا خواباں کی تعبیر بن سکوں۔ ہوں تنگی برداشت کر کے تیرا خواباں نا مکمل کرن واسطے اس پاسے لگ پیئو سب کجھ پرہیز کے تے کئیاں سالاں کی محنت توں بعد منا وہ سب حاصل ہوگیو جس نا ہوں سچی تعبیر کہہ سکوں۔ اچو عہد و عزت دولت تے ضرورت کی ہر چیز پر اگر نہ لبھی نہ لبھ سکی تے صرف توں جس واسطے سارو کجھ حاصل کیو تھو۔ ہوں اس نا اپنی کامیابی کہوں یا ناکامی کجھ سمجھ ماں نہیں آتو۔

تنا تے کسے چیز کی لالچ نہیں تھی نا توں صرف میرے بغیر نہیں رہ سکے تھی فر یوہ کسے ہوئو کہ توں منا اُڈیک وی نہ سکی توں منا بلّیں بلّیں ٹرن تے قدم پھوک پھوک کے دھرن کو کہتاں کہتاں آپ اتنی تیز ہوگئی کہ دور دور تک تیرو نشان وی نہیں لبھتو۔

آ دیکھ جس موڑ پر کھل کے توں ایک نیس وی میرو انتظار نہ کر سکی ہوں صدیاں توں اِتے کھلو اَج تک تنا اڈیکوں۔ اینویں کہنویں خبرے کیوں۔ حالاں ہوں چنگی طرح سمجھوں توں کدے نہیں مُڑ کے آسیں۔ فر وی شاید کدے۔

کدے ہو سکے اک بار تے آ...... مدتاں توں سنگ ٹرن آلاں نا کو پینڈا کا مسافراں نا کدے مجبوراً کنی ہونو پے جائے تے انہاں نا اتنو حق تے ہونو چاہئے کہ وہ یہ چھٹ کھل کے اپنا ادھورا خواباں پر دو اتھروں کیر سکیں اپنا اپنا وہ یہ وعدہ تے بتا سکیں جہڑا کدے بڑاں ارماناں تے ریجھاں نال کیا تھا...... یہ محبتاں کا پینڈا تے خواباں کی سوہائی مرگاں توں لنگھ کے منزلاں تک کدے پہچیا نہ پہچیں گا پر اس لماں تے تپتا سفر ماں کدے کسے گھونبھرا بوٹا کی چھاں نصیب ہو جائے تے نیس بیس لین ماں کے حرج ہے۔ تے فر اپنا ہتھاں کا لگا وا بوٹا کی چھاں تے کسے کسے نا نصیب ہوئے۔

کوسا اتھروں

کدے کدے ہون آلا گُردہ کا دردنا چھوڑ کے مُنشی جوان جنو تھو، چنگو جان آلو۔ لیتری گھاء کپن کی ہوئے یا دھائیں لان کی، کسے کی لادی ہوئے یا سترنج آنی ہوئیں، مُنشی ہمیشاں موہرے ہوئے تھو۔ پرایا کم نا وی اپنو سمجھ کے کرن آلا اس صدی ماں گھٹ ہی لبھیں پر جھڑا ہیں انکی وی کوئے قدر نہیں کرتو۔ بس مشین سمجھ کے جوانی ہنڈائی تے بیکار کر کے پاسے سٹ چھوڑیو۔

ہوں کہانی سناؤں تھو منشی کی۔ دینہہ رات اک کر کے وی بچارہ کی کدے پوری نہ پئی۔ پتو نہیں قسمت ہی سڑی وی تھی یا کے، نہیں تے اس راہ کو ایماندار جنو جس نے کدے کسے کو کجھ نہیں گمایو، کسے نال کدے تیلو وی نہیں لایو، ساراں نال جی کر کے بولنو، ہوں تے سوچوں اس شخص نال زندگی نے اِسو سلُوک نہیں کرنو تھو۔ کئی سال مقدم نال جنوں رہن تے   ہرسیال پنجاب کی مجوری تیں بعد وی اسکو قرضو کدے نہ مُک سکیو۔ کدے ہٹیاں کو سودو نہ پورو ہویو تے گل سنّی پے گئی۔ عبداللہ کا انداں کی سم نہ مُکی تے اس نے ادھی مک بنڈ لئی۔ نِکاں کو ناں رکھ کے گھر آلی نے ضد نال جھڑی مہیس خرید لئی تھی اس کو قرضو بکھ تے بجاج کی موٹی موٹی گال کنی۔ نِکاں کی نکی نکی اڑیاں نا چھوڑ کے، جھڑی سچ پچھیں تے ماں باپ واسطے سب توں بڑو قرضو ہوویں۔

مُنشی نے شائد اس گلوں کُجھ نہیں رکیو جے کجھ کرن جگو تھو ہی نہیں۔ بس ہر ویلے چُپ چُپ تے غموں جھان، اپنی سوچاں ماں ڈُبیو رہنو، ہر ویلے یاہی دعا کرنی جے اللہ کسے نا قرضہ کے تھلے نہ لاوے بھاویں قبر ماں لاہ چھوڑے۔ پر ایسوں کتک تیں پچھے وہ خوش لگے تھو بلکن بھادراتیں پچھاں ہوشیار لگن لگ پیو تھو، خبرے، اس سیال پنجاب کے بدلے دِلی جان کی گل سوچ کے یا ہور کسے گلوں اس ماں ہمت آ گئی تھی۔

چار پنج جناں کی جُٹ بنا کے ویہہ اس سال وی اگاں چلے گیا تھا پر باقی آلاں تیں پہلاں ہی اجھاں مانہہ کی چار شوڑھی باقی تھیں جے منشی مڑ آیو، چنگو بھلو خوش خوشاں۔ ہنار آوے تھی اس سال دلی کو سیال بل ہی لگو ہے۔ آتاں ہی ساراں کا پیسا مکایا، شاہ کا، عبداللہ کا داندا ں آلا، تے اس مہیس کی قیمت وی، جھڑی گھر آلی نے نا گا ناڑی تیں اس تیں پچھو کنڈ ئیں ہی لئی تھی تے اپنی ڈب مانھ ہی کا چھو ہو کے مر گئی تھی۔ پر پیسا تے دینا ہی تھا، اک بار زبان نال منیا وا۔ تے سارو کجھ دے دوا کے منشی نے اس سال گھر آلی تے دوہاں نکاں کو قرضو وی چکا چھوڑیو تھو، اپنی اپنی شونق کا کپڑا تے بُوٹ دے کے۔

پر گھروں کھا تو کد کسے نا دیکھ سواوے! قسمت نا یاہ گل وی چنگی نہ لگی تے اس نا مقدم ابراہیمؑ کے آری چھِلکتاں ماں گُردہ کو جھڑو درد جا گیو وہ اس نا نال ہی لے گیو۔ منشی رات ساری گردہ کا درد نال بِلدتو رہیو تے سویرے سُتو ہی رہیو، جاگ وی نہ سکیو۔ یاہ گل تے پرسوں نال کاں نے دِلی تیں مُڑ کے دسی جے منشی اس سال اپنو اک گُردو دلی کا کسے سیٹھ نا بیچ کے پیسا لے آیو تھو جس کا اپنا دوئے گُردہ فیل ہو گیا تھا۔ تے ہُن ایک بیمار گردہ کے سہارے مُنشی اپنو قرضو تے پریشانی مکا تاں جان تیں وی مُک گیو تھو۔...........!

وفادار

☆ غیاث پیترونی (اٹلی)

ترجمہ: ڈاکٹر رفیق انجمؔ

زیبی کی خوبصورتی کا چرچا پورا شہر ماں ہوئیں تھا۔صرف خوبصورت ہی نہیں،واہ بے حد صاف دل، سچی سچی تے نیک تھی۔مرداں کی تے گل ہی جان دیو، کالسِر یاں ناوی اس نا اک نظر دیکھن کی شونق رہے تھی۔کتنا ہی گبرو بہیہ بہانا کر کے اسکا گھر کے نیڑے تیڑے تیں لنگھن کی کوشش کریں تھا،تانجے اک نظر اسکو دیدار کر سکیں۔

دُنیا کد کسے نا دیکھ سوا ہوے۔خورے کس کی اکھاں نے کھاہدو تے چان چک اسکو گھر آلو فوت ہو گیو۔زیبی نا ہوش حواس ہی بھُل گیا۔اُس نے اپنا کپڑا چیڑا تے بال وی پٹ سٹیا تے پِٹ پِٹ کے اپنو بُرو حال کر لیو۔گھر کی ہر چیز توڑ پھوڑ چھوڑی۔اس نا ہن جینو بیکار سئی ہوئے تھو۔جد اسکا گھر آلا نا مقبرہ کے اندر دفنان واسطے لے گیا تاں واہ لاش کے نال چمڑ گئی تے مقبرہ وچوں باہر نکلن تیں صاف کنڈ بھار ہو گئی۔زیبی نے اسے شخص کے سنگ مرجان کو فیصلو کر لیو جس کے سہارے واہ اج توڑی زندہ تھی۔گواہنڈھیاں تے رشتے داراں نے اس نا لکھ سمجھان کی کوشش کی پر بیکار۔اس نے کسے کی اک نہ سُنی تے مقبرہ کے اندر ہی رہن کی جچی بنھ لئی۔ واہ رو رو کے نستہ ہو گئی تھی،فر وی بھُکھی تسائی اسے طرح لاش کے نال چمڑی رہی۔ دو ترے دھیاڑا ساراں نے کوشش کی جے اس نا سمجھا کے گھر واپس لے جائیں پر آخر بے بس ہو کے سارا مُڑ گیا۔اسکی یاہ حالت دیکھ کے اسکی باندی نے وی اسے کے

سنگ مقبرہ کے اندر رہن کو فیصلو کر لیو۔ اسے طرح بھُکھاں تسایاں پنج دھیڑا گذر گیا۔اسکی باندی وی بھُکھی بھانی اسکے نال بیٹھی وی تھی۔لوکاں نا اسکی وفاداری پر تعجب وی تھو تے رشک بھی۔کیونجے وفاداری کی اسی مثال دنیانے نہیں دیکھی تھی۔

خدا کی کرنی، انھاں ہی دِناں ماں اس علاقہ کا بادشاہ نے چار چوراں نا پھانسی کی سزا دِتی تے انھاں کی لاش اسے قبرستان کے نزدیک اک اُچا بوٹا نال ٹنگ چھوڑیں تانجے آتا جاتا لوک دیکھ کے عِبرت حاصل کریں۔تے ان لاشاں کی نگرانی واسطے اک سپاہی وی مقرر کر چھوڑیو تانجے ان چوراں کا وارث کسے لاش نالاہ کے دفنانہ چھوڑیں۔

جد شام ہوئی تاں سپاہی نے دیکھیو جے اس قبرستان کا اک مقبرہ ماں کجھ سلو جئی سئی ہوئے تے نالے ہولیں ہولیں رون کی اواز وی آوے۔پہلاں تے وہ ڈر گیو جے کوئے جن بھوت نہ ہوئے۔آخر دلیری کر کے نیڑے گیو تے اس مقبرہ کے اندر اوکڑ کے دیکھن لگو۔کے دیکھے جے مقبرہ کی لاش کے نزدیک اک حُور پری جئی شکل ہے جس نے رو رو کے اپنو بُرو حال کیو وو ہے۔کولے اک باندی وی بیٹھی وی اسنا کجھ سمجھاوے۔سپاہی نا اندازو ہو گیو جے اسے مرن آلا کا غم ماں اس عورت نے اپنو یوہ حال کر لیو ہے۔اس نا ترس آ گیو۔وہ جلدی جلدی گیو تے اپنی روٹی آلو ڈبو چا لیایو۔اس نے آن کے زیبی تے اسکی باندی نا سمجھان کی کوشش کی: ''کہیں مرنو سچ تے جینو جھوٹھو'' اسطرح وی مویا کدے مُڑ یا ہیں۔جھلیئے مریاں نال مرتو تے کوئے نہیں۔دنیا کو یوہی دستور ہے۔تم حوصلو رکھو تے دو دو گراہ روٹی کھا لیو۔

ویہہ ہن بھُکھ نال بے حال ہوئی وی تھیں۔باندی نے وی زیبی نا سمجھان کی کوشش کی'' دنیا ماں سدو کون رہیو ہے۔بارو باری سب نے جانو ہے۔مرن تیں

پہلاں قبر ماں بیسو کِت جائز ہے؟ نالے تیرا بھکھاں رہن نال لاش نے کے اثر ہوے گو۔ خدانخواسطہ کدے توں پہلاں مرجاتی تے وہ دوڈنگ وی بھکھو نہ رہتو تے دوجے ہی دھیاڑے کسے ہور کی تلاش شروع کرلیتو۔آ جھلی نہ بن تے کُجھ کھالے!''

آخر نہ نہ کرتاں وی زیبی نے تھوڑی جئی روٹی کھاہدی تے اس ناجان ماں جان سئی لگن لگی۔اس نے جد ہوش آیاں ماں افراں دیکھیوتاں اسکے سامنے اک گبھرو جوان کھلو تھو۔ اسکی ہمدردی نے زیبی کو دل نرم کرچھوڑیوتھو۔وہ چلے گیو تے باندی فراس ناسمجھان لگی'' دیکھ اسطرح زندگی برباد نہ کر۔اس لاش توں جیتاں نا یوہی سبق لبھے جے اچر جینو ہے رج کے جیو تے عیش کرو''

پہریدار دوجے دن فرا سے طرح روٹی لیکے آیو تے زیبی کے کولے بیں کے اس نا روٹی کھوالن لگو۔ باندی جلدی جلدی روٹی کھاکے باہر نکل گئی تانجے انھاں نا نمیکلاں گل کرن کو موقعو لبھ جاے۔ پہریدار نے بلیں بلیں اسکو دل جت ہی لیو تے قربت حاصل کرلئی۔باندی دوجے ہی دن اپنے گھر چلی گئی۔ہن انھاں کو روز کو یوہی بیار بن گیو۔سپاہی دھیڑی چوراں کی لاشاں پر پہرو دئے تھو تے رات اس مقبرہ ماں روٹی کھاکے زیبی کے سنگ سو جائے تھو۔انھاں نے مقبرہ کو دروازو وی اندروں بند کرچھوڑیو تھو تے لووی نہیں تھا بالیں تانجے دنیا سمجھے زیبی اندر ہی مرگئی ہے۔پہریدار روز نویں توں نویں تے شاندار کھان چیز لیاتو،رات سنگے رہتا تے تے سیلے لوہتاں ہی لاشاں کا پہرہ پر مُڑ جاتو۔انھاں ناپتو ہی نہیں لگے تھو جے رات اتنی جلدی کس راہ مُک جائے۔ اگلے دن فرآتو تے زیبی پہلاں ہی اسکی انتظاری ماں ہوئے تھی۔

ان چوراں کا وارثاں نا کسے راہ اندازو ہوگیو جے رات ان لاشاں کی راکھی کوئے نہیں ہوتو تے انھاں نے اک رات دا لا کے اُتوں اک لاش لاہ کے دفنا

چھوڑی۔ سیلے جھس مُسے ہی جدوہ پہریدار سپاہی مقبرہ بچوں نکل کے اپنی ڈیوٹی پر حاضر ہو یوتاں کے دیکھے جے اُت اک لاش ہی نہیں۔ مُچ پریشان ہو یواس نا اندازو تھو جے بادشاہ نا پتو لگوتاں وہ پھانسی دیکے چور کی جگہ میری لاش ٹنگے گو۔ وہ ہکو پھُوک ہو یو وو جلدی جلدی مقبرہ ماں آیو تے زیبی نا سارو قصو سنا چھوڑیو۔ کہن لگو'' جے مرنو ہی ہے تاں اس بوٹا نال پھانسی لگ کے مرن تیں بہتر ہے جے ہوں اپنی تلوار نال آپے خودکشی کرلیوں تے اتے تیرے کولے جان دے چھوڑوں۔''

زیبی وی پریشان ہوئی پر ہن واہ اسکی جدائی برداشت نہیں تھی کر سکے۔ کہن لگی: ''میرے کولے دو دو پیاراں کی لاش؟ نہیں ہوں ہرگز یاہ نہیں ہون دیسوں''۔ واہ اک دم سپاہی کے نال چمڑ گئی تے کہن لگی ''ہوں تیرے اپروں سب کجھ قربان کرسکوں۔ پر تیری جدائی نہیں برداش کرسکتی۔ اسطرح کر! توں یاہ لاش لے جاتے اُس چور کی جگہ ٹنگ چھوڑ''۔ پہریدار نا اسکا مشورہ پر عجیب تعجب بھی ہو یو تے خوشی وی۔ اس نے واہی گل کی۔ دوجے دن دنیا نے دیکھیو جے بُوٹا نال چور کی جگہ زیبی کا گھر آلا کی لاش ٹنگی وی تھی۔

☆ ((غیاث پیترونی پہلی صدی عیسوی ماں اٹلی کو اک مشہور لکھاڑی ہویو ہے۔ وہ درویش قسم کو آدمی کسے راہ بادشاہِ وقت کی نظراں ماں چڑھ گیو تے اسطرح اس نا علم تے ہنر سکھن کو موقعو مل گیو۔وہ بے حد حساس تھو تے اس نے ساری زندگی انسانی جذبات کا موضوع پر تحریر لِکھیں۔تے آخر جوانی ماں ہی٦٦ء ماں اس نے خود کشی کر لی۔ یاہ کہانی اسکی اتالوی کہانیاں کا مجموعہ"ٹھٹھ" وچوں لئی وی ہے تے عنوان مترجم کی طرفوں ہے))

....

طنزو مزاح

دو گل - شیطان نال

سِدھی تے کھری گل جد کوئی اسمتر تسمتر نہیں سنن دی ہمت کرتو تے وہ کہیو سنے گو جس نا کئی ہزاراں سال ہو گیا آدمیاں کو پیار کرتاں۔ بڑاں بڑاں نا پیچ کے ٹر جائے۔ تسبیح مصلو اُتے ٹکیو رہے۔ تے وہ پنڈو کلی ماں باہ لے جائے۔ سچ داروں تے اُس نا نیوں وِی چڑ چڑھے تے فرمدتاں توں میرے نالوں ہے وِی کم رُتھ۔ اَنے میری گل نہیں سنتو۔ اِس گلوں میں چھٹ کو چھٹ اُسے کی جاچ نال گھڑنگولا کے بسال لیو۔ اَج میریں گل سننی پوئیں گی۔ میں تیری تھوڑی منی ہیں۔ ہوں نماز پڑھن لگو تے تیں کہیو۔ اَجاں نکو ہے رہن دے، میں ڈھل چھوڑی، فرروزہ وِی دھیڑی کا ایک توں دوترے کروا چھٹر تو رہیو۔ تے پیسا سٹن سٹان کی باری آئی تے فرمنت عاجزی شروع۔ بھائی وِی ہے نا آج فلم دیکھن چلاں۔ آں ہور وِی دیکھ نا سارا سنگی چلیا ہیں تے توں اِت کے کرے گو اِیکلو۔

اس طرح کدے گھروں تے کدے ہوسٹل وِچوں باہوں پکڑ کے اٹھال لیئو۔ کدے پڑھتو پڑھتو سد لیو۔ چل ٹیلیویژن دیکھاں۔ اَج ڈِسکو گا نا آنویں گا تے ہوں وِی نال ٹُر جا تو رہیو۔ جس طرح ثواب ضائع ہوتو وہے۔ تے جے کدے پچ کِدے خدا رسول کی گل آئی تے فرکت گُتی کڈھنی شروع کرلیں۔ چھوڑ ہن اینویں بور پروگرام ہے چل بازار کو اِک چکر لا آواں۔ ہور وی دیکھ نا اِس ویلے وی کوئے اندر بیسے۔ سارا مہذب لوکاں کا گیرا بازار ماں پھریں تے توں اندر ہے۔

اچھا ہن کدے میں تیرے تیں سر کھلا کر چھوڑ یو تے جیدے خفگی آلی کہڑی

گل ہے۔تنا ہور تھوڑا ہیں جے توں میری گل نہیں منتو......میری دو گل تے سݨ......
تے آخرا تنا نہور اسݨ کے پتونہیں کے سوچ کے چھٹ اٹک ہی گیو۔ تے فٹافٹ بولئو
جا اِک گل دسوں۔ بچوں بچوں مناں وِی گل کرن کو موقعو ملنو چاہیئے۔ چپ کر کے
ہوں نہیں بیس سکتو۔ تے میں وِی اُس کی من لئی۔ چل توں ہی خوش رہو۔ واہی سہی
تے فر مھاری گل کجھ اس طرح ہوئیں۔

میری جگہ کوئے ہور وی ہوتو تے وہ یاہی پچھے آ۔ جھڑی گل میں پچھی، توں
اک گل دس جس طرح میں سنیو ہے انسان کا پیدا ہوݨ تیں پہلاں تیرا دادا، پردادا
بٹکا نے کئی ہزاراں سالاں توڑی دنیا پر حکومت کی۔ تے خدا کی گل وی منتا رہیا فر کھڑ
پینچی آئی تے تباہ برباد ہویا۔توں نکو جھیو کوئے ۲۸۲ سالاں کو اللہ نے اَسمان پر چالیو۔
تیری تعلیم ہوئی فر فرشتاں کو استاد بنایو۔ جنت ماں گیو فر دنیا کو شہنشاہ بنیو۔توں یاہ گل
دس تنا کے آزار تھو کدے بابا آدم اگے سجدو کر چھڑتو تے تیری داڑھی ہیٹھ آجاتی۔اچھا
اُتوں ردن ہویو تے جنت ماں جا کھجت کی اُتوں بابو آدم کڈھایو تے آپ وی لاجم
ہویو۔سپ تے اُٹھواں جسا تحفہ نال لیا وا آپو بچیو۔آیو حن آرام تیں کا نہہ نا یوہ سارو
کجھ کہیو تھو؟

اِچر ہوں گل کر تو رہیو اُس نے سر بنا دے رکھیئو تے فر لہڑ کی کڈھ کے کہݨ
لگو ہوں دراصل امید ماں مارے گیو۔ لاڑ لاڑ ماں ہوں اتنو سر چڑھ گیو تھو جے منا
امید ہی نہیں تھی جے خدا منا پرہیز چھوڑے گو تے فر جد ہوں رڈے گیو تے دوجو
کوئے جنت ماں آرام کرے ہوں کس طرح دیکھ سکھا تو۔تم آپ سوچو نا؟ سچ کہہ تھو
بچارو وہ کدے کدے سچ وی کہہ چھوڑے نا۔

اچھا میں دو جو سوال پچھیو، تیری قوم وِی تے خاصی ہے۔ آدمیاں تیں

ہزاراں گنا زیادہ تے نیوں تے توں کوئے وی سدھو کم نہیں کرن دیتو۔ پر نماز کے توں مُچ ہی پچھے پیئو رہے پہلاں تے نیڑے ہی نہیں لگن دیتو جے کوئے بدوبدی تیار ہو جائے تے وضو ماں شک باہ چھڑے۔ کھلو ہو ہی گیو تے دھیان ہوٹھے ہوٹھے کرا چھڑے۔ اس وچوں تنا کے حاصل وہے؟

مشکڑا کے بولیو۔ منا تے لوڑ ہی کائیں کی نہیں۔ ہوں یوہ سارو کجھ اس گلوں کروں جے اُس ناوِی کجھ نہ حاصل وہے۔ یاہ گل نہ ہوتی تے منا کے لگے تھو۔ برتا چوتا ماں تے دھیڑی دُھپ کا اکیر ماں نماز آلاں کو پوچھڑ پکڑ کے پھرتو رہیوں۔

اچھا تیری گل تے ٹکن وے ور یاہ دس جے تیرو یوہ منصوبو کتنو اک کامیاب ہے تے راز کے ہے۔ ذرا کن کے نیڑے ہو کے کہن لگو جے کسے نا نہ کہیے تے دس چھوڑوں۔ کم نماز، روزہ آلو وی بھانویں اوکھو ہے ور میرو وی بڑو پوہر یا کو کم ہے۔ بڑا منت ہاڑا کر کے مناؤں، تے اجکل ذرا سوکھو اس گلوں ہو گیو جے لوک ذرا تعاون پہلاں تے جیدے کرن ہو گیا ہیں۔ جت تک کامیابی کو تعلق ہے اتنا ایان کیوں بنیں۔ اک موٹی جئی مثال لے لیونا!۔

دیکھو ذرا مسجد ماں لوک زیادہ جائیں جے تماشہ میلہ ماں تے یہ تے اجاں چھڑا جائیں نا انہاں وچوں جہڑا نماز پڑھیں اُنہاں کی گل ہی رہن دیو۔ جس طرح کا سجدہ اَج کو انسان کرے اُس ناں بخشن ہون ہوئیں آں تاں تے ہوں وی کر چھڑتو۔ ہوں بے فکر واسے گلوں ہاں۔

ایک سوال جہڑو تم وی سوچتا ہویں گا منا وی یاد آیو تے میں پچھ ہی لیو۔ عام آدمی نا تے چلو بے وقوف بنا لے کوئے وِی۔ اَجکل کا نکا نکا کھڑ پنچ وی بنا لیں۔ توں تے انہاں کو گورو ہے۔ ور پڑھیاں لکھیاں ور کس طرح دا چلے۔

یوہ کم وی سوکھو ہے اُس نے کہیو ...... پتو ہے ہوں ردن ہونٛ تیں پہلاں عزازیل تھو۔ فرشتاں کو استاد بڑا بڑا فرشتہ میرے اگے ہتھ بنھ کے کھلا رہیں ویں تھا۔ میرے اتنا پارسا۔ یہ اجکل کا گارامٹی کا آدمی کہیا بن سکیں۔ نیوں تے نکا شکا جورسارا داہیں ور بحث لمی ہوجائے گی اَجکل تے جس ویلٛے کوئے خاصو نیک بنن لگے۔ ہوں اِس طرح کا کماں ماں لا چھوڑوں جہڑاں کو دین نال کوئے تعلق نہیں ہوتو، وَیہہ یا ہی سمجھتا رہیں یوہ خالص دین کو کم ہے۔ تے جسو یلے کوئے اس حدوں وِی ٹپ جائے نہ قابو آوے تے فرؤ ہی اَپنے آلو فارمولو لاؤں۔ اُس کا دل ماں چھٹ بیس کے یوہی یقین کرا چھوڑوں۔ ہنٛ تے ہوں خاصو عابد بند گیو ہاں۔ میرے جسو تے شاید ہور کوئے نہ وے تے اِتنو فخر کیاں ماں فر میرے ہی آلو حال۔ اَجکل تے نیوں وی آدمی اتنا بڈیار کریں جتنو میں اُسواری نہیں تھو کیو جد ہوں ردے گیو تھو۔

پر کوئے کوئے تے اُتوں وی بچ جا توو ے گو؟ میں گل کپ کے پچھیو۔ ہاں جنوں اُساس مار کے بولیو۔ اخاں کوئے کوئے بچ جائے تے فر ہوں کے کروں۔ میری دوڑا تے توڑی ہے۔

تمنا ضد کہڑا لوکاں نال ہے۔ میں اک نکو جو سوال ہور کر لیو۔ کسے نال نہیں۔ پہلاں کجھ ملاں مولویاں نالٛ تھی تھوڑی جئی۔ ور ہن مچ سارا اُنہاں وِچوں وِی میری گل منن لگ گیا ہیں۔ انہاں کی یہ گھول لڑائی نہیں دیکھی۔ اِس وچوں کے حاصل وے انہاں نا آپس ماں لگا واہیں۔ میرو کم ہولو ہو گیو ہے۔

شام وی ہوتی جائیں تھیں چڑ ہو گیو تھو۔ اس گلوں میں ذرا جلدی کی اچھا اِک کل دس اجکل تیرو کم کس طرح چلے تے آئندہ کو کے منصوبو ہے۔ اجکل کو ناں سنٛ کے ذرا منہ پر رونق آئی تے بولیو جے پہلاں جسا لوک رہیا ہوتا تے خاصی

مشکل تھی۔ ہنڑ ہوں بُڈھو وی ہو گیو تھو تے ہل جل وِی مچ نہیں تھی وَ ہے۔ پر اَجکل لوک میرے ناںٔ بل ہیں۔ کجھاں نا جادو منتر دسیو۔ کجھاں نا ہتھ دیکھنڑ کی جاچ ، تے کجھاں نا قسمت کا حال کی دو چار عام جئی گل جھڑی لوکاں کے دل لگتی ہویں تے فر ہوں پییٔو گھی پی کے سو رہوں۔ تے نالے اَجکل مدے ایٹمی دور ہے۔ نویں نویں مشین تے آلہ۔ ' ایمانداری ناںٔ دس تاں اجکل میرو کم زیادہ چلے جے خدا کو۔ کہڑو گھر ہے جت ماں باپ نکاں نا لاڑ نال نہیں بلاتا......او شیطانا!......

آئندہ کا بارہ ماں کہنڑ لگو۔ آئندہ واسطے منا دوگا ہک بڑا سوہنا لبھا وا ہیں۔ ویہہ کہڑا ہوں پچھ بیٹھو۔ فر مشکڑیو تے بولیو۔ اِک تے کالسری پہلاں توں میری گل منتی رہی ہیں۔ کنک کا دانہ کی شونق وِی پہلاں اُسے نا پئی تھی۔ ور اَجکل کی کالسری میرے پر کجھ مچ ہی مہربان ہیں۔ دیکھو نا نہ مچ کپڑا چیڑاں کو رپھڑ نہ چھپرا، برقعہ تے کنگا پر وندی کو تے اس طرح بن ٹھنڑ کے بازار ماں نکلیاں ماں فرا گے کی گل تھارے تیں اوپری تے نہیں...... دوجے اَجکل کی جھڑی نویں نسل ہے نا، تقریباً ساری اپنی جٹ کی سمجھو، ماں باپ نا نہیں منتا جھڑا سامنے ویں تے خدا کی گل ہی رہنڑ دیو۔ اُنہاں نے کد دیکھیو۔ اس محنت مشقت آلاؔ کم تیں تے میرے آلو کم اُنہاں نا سوکھو ہی لگے آپ وِی کریں تے سنگیاں ساتھیاں نا وی دسیں۔

تے وُہ گل کرتو کرتو میرے درچھٹ اک تر و تر دیکھتو رہیو تے فر منہ رتیڑ کے اکھ کڈھ کے لہر نال اُٹھ کھلو ہو یو۔ اچھا......اچھا......اچھا...... تے تیں یوہ پلا ہیٹھ ٹیپ ریکارڈر تھو د بائیو و۔ تیں وی میرے نال دھوکھو کیو...... دیکھ لیوں گو تناں وی! تے میں وی کہیو...... جا چھوڑ میرو کھیڑو۔ تیرو راہ وُہ تے میرو یوہ!

....

گذارو نہیں ہوتو!

نیوں تے جیڼ کا خبرے ہور وی کجھ مقصد ویں گا ور اَجکل دنیا کی ساری دوڑا دھائی صرف اسے گل واسطے ہے جس کسے طرح ڈھڈ بھرے جائے۔ دھیڑو دھکے جائے گذارو ہو جائے۔ اک بچارو کھتھو و غریب وِی سیلّے اکھ ملّھو تو اُٹھے تے اِسے فکر ناںٓ کجیو کرن نگل جائے۔ زمیندار وی ملازم تے کھڑ پیچ وی کجھ اسی طرح کو تھوک کر کے ٹریں۔ سوچڼ کو ڈھنگ ایک دو جا تیں تھوڑ جھیو بکھر و وہے۔

جے مسئلو دیئے صرف روزی کو تاں تے ساراں ور خدا کو فضل ہے۔ گذارو ہو ہی جائے۔ وریوہ ڈھڈ مرنو جس ویلّے بھرن وہے نا فرنویں شوق پیدا ہوڼ لگ جائیں کسے نا گوا ہنڈیاں ہاروں شوق کا کپڑا لاڼ کی کسے نا کوٹھی تے بنگلہ بنان کی۔ کسے نا سکوٹر تے گڈی خریدن کی۔ کسے نا زمین خریدن کی۔ کسے نا بیاہ ور بیاہ کرن کی کی تے ہور ویں بچ ساریں......شوق کو مُل تھوڑو ہی وہے۔

جس ویلّے اس طرح کی لمی لمی امید لگڼ لگیں تے فر آمدڼ بچاری تے سنگ ہی جائے۔ بھانویں جتنی مرضی وہے تے کدے تیں ٹا کی تے لانی پے ہی جائے۔غریب تے بچارو اُدھار تے سودا آنّے پاس لگ جائے تے جنھاں کو ذرا ہتھ چلے ویہہ ہتھ پتھ مار کے اپلاتی تے اَفلاؤ آمدڼ آنّے پاسے۔ جس نا کوئے کمیشن کہہ کوئے فیس کوئے موخ تے نذر نیاز تے کوئے اپنی محنت کہہ کے سنگاہ تیں لاہ چھوڑے۔حرام حلال کی کوئے پڑیا نہیں۔

دنیا تے اَج نہ اگے توں لنگھن دئے نہ پچھے توں۔ کچر کی مثال جے ہوئی۔
جے اکنڑ کسے کی گل ہوئے انگلی لا کے دسوں تے وہ خفے تے دوجا کی دسوں تے وُہ
اپنے منہ مروڑ لے گو تے گل وِی کس کی کروں تے کروں تے کس کی چھوڑوں۔
سارو ٹبر ہی بگڑ یووؤ ہے۔ جے کسے نا کوئے بھلے مانس ہٹھ کر کے پچھ ہی پیسے کم بخنا
کیوں اس لعنت آنے پاسے لگوؤ وہے۔ اپنی حلال کی کمائی جے جور ہے۔ نہ رشوت
لی تاں کے ہے۔ تے وُہ بھی بھانویں جتنو مرضی بڑو افسر وہے۔ گاٹی ڈنگی کر کے ٹھڈ
کڈھ کے کہہ چھڑے او جی...... کے گل پچھیں گا۔ اس تیں بغیر گذارو ہی نہیں ہوتو۔
تے سچیں گذاروے وی کس طرح جے تے دو ڈنگ کی روٹی کو مسئلو وہے۔ واہ بھی
لبھ جائے۔ تن ڈھکنڑ جوگا سارا ٹبر نا کپڑا اچیڑا وی ہو جائیں تے سر کی چھاں وِی اللہ
کی دِتی وی ساراں نا ہے۔ یوہ تے سارو کجھ حلال کی کمائی نال وِی سر ہی آوے۔
بھانویں کوئے بھڑی مجوری کرتو وہے۔ بھانویں دکان یا بیار، ور رشوت کو ہلک تے
اُس ویلے جاگے جس ویلے گل روٹی کپڑا تیں اگر یڑے لنگھ جائے کوٹھی کار توڑی،
جس ویلے آپ کم کاج تیں آلس آنڑ لگ جائے۔ پیدل ٹرن تیں الکھت وہے
زنانی بچاری نا گھر بیں بیں کے بور ہونڑ تیں فلم دیکھنڑ جانو پوئے۔ گواہنڈناں نا
دیکھ دیکھ کے روز ٹینگر کرتی وھیں تے نکاوِی لاڈلا ڈماں ماں خاصا سروں اوکڑ جائیں۔
رشوت کی موہر تے خبرے کس نے کی وہے ور اَج کوئے کسے تیں گھٹ
نہیں لوکاں کے بھانے تے پٹواری تے دفتراں کا بابو ہی چا پانی کا شوقی ویں۔ ور
اس کو تبروک اُپر یڑے توڑی پہنچے۔ منا تے اس گل کو احساس اُس ویلے ہو یو جد میں
اِک اپنا واقف بابو نا ٹوچر ٹا چر کی۔ نہ تم نا کے سختی ہے جے کوئے اسمتر تھارے کونے

کسے مجبوری کو ماریو سخنے ہتھ آہی جائے تے تم کدے سو بنے منہ گل کر چھڑیا کرو۔ کدیکم کرن جوگا نہیں تے تھوتے بھانویں واقف ہی پر یاہ گل سن کے پہلاں میرے دار آنی کڈھیں تے فر کھمک کے کہیو......

تم لوک جے مچ سیانا ہو گیا ہیں تے پہلاں انہاں نا پکڑو جہڑا بڑا بڑا افسر تے قوم کا ٹھیکدار بن کے بیٹھا وا ہیں۔ گپھاں پر گپھا.......... ہزاراں تیں گھٹ منہ نہیں لاتا۔ تے جے میں کسے کولوں اپنا مختنانہ کا روپیہ چار لے لیا تے کوئے گاں تا گٹی لگ گئی۔ ہوں تے ٹھٹھن ٹھاروہ گیو تے کر تو وی کے؟ وُہ کہہ ہی جے بچارو سچ تھو۔ تے ہوں جہڑی گل اُس نال کرن لگو تھو واہ اُت کی اُتے رہ گئی۔ چلو اَج کر چھوڑوں۔ او بھلیا لو کا توں اپنو فکر کر روپیو دو ترے ہزار تے ہر بابو۔ پٹواری نا لبھے ہی ہے۔ بھانویں وہ تحصیلدار کا دفتر ماں ہوئے ڈی، سی کو ئے بجلی پانی یا اسپتالاں تے ڈنگراں کا محکمہ ماں، اپنا گھر جو گو دو ہاں جِیاں کو تے نکاں دو ہاں کو خرچو تے پورو ہو ہی جائے تے فر گذارو نہ ہونٚ آلی کہڑی گل ہے۔ صرف دھیان تے اس گل کو رکھنٚو ہے جے ہوں کون ہاں۔ منا کتنی اک لت بسارنی چاہیئے۔ کم بخت اتنو نہیں سوچتا ولا ہم نا کے لگے رنگین ٹی وی لان توڑی روز ککڑ نہ کھادو تے دھیڑا دو ٹھہر کے سہی سوٹ بوٹ گھر ماں چار پنج جوڑا نہ ہویا۔ دو ترے ہی سہی۔ اُٹھن بیسنٚ کی تے گھر ماں جگہ ہوے ہی ہے۔ اس طرح کا آدمی نا میری سمجھ ماں نو کر لانٚ کی وِی کوئے خاص لوڑ نہیں ہوتی تے فر وی جے کسے چیز کی مجبوری وہے تے اس بار نہ اگلی تنخواہ پر سہی کوئے روزی سمان ہی آلی گل کرنی ہے نویں موھی وی اتنی کھولنی لوڑے۔ جتنی ڈگی کوئے چا سکتو وہے۔ گھر کا کم کاج واسطے آپ وِی لنگ لا سکیں۔ تنخواہ نا سام سلی کے بر تو پوری کیوں نہ وہے۔

اور سیر نا پچھو کم بختا کیوں آخرت بگاڑے کار نہ ہوئی تے کہڑا پیر گھس جائیں گا۔ گڈی جے جور ہیں۔ وی سی آر پہلی تنخواہ پر نہ آیو نہ سہی۔ کوٹھی وی چار دھیڑا ٹھہر کے سہی کھانڑ پین جو گورو پیو ۴/۵ ہزار جور ہے۔ تے وُہ کہہ ٹھیکدار کو لے کہڑا سارا حلال ہی کا وہیں میں بڑا افسراں ناوی تے دینو ہے۔ آپ وی گزارو کرنو خبرے سچ ہی کہنہ بچارو اصل گل تے یاہ ہے جے دھیڑی بڑاں بڑاں لوکاں نا دیکھ کے ہر آدمی اسی طرح کا خواب دیکھن لگ جائے۔ وہے کلرک تے شوق افسراں آلیں۔ وہے اور سیر تے شوق ڈی ای آلیں۔ پٹواری تحصیلدار دار دیکھ کے لیل گھولیں تے وہ ڈی سی دار پوری وہے وِی تے کس طرح جے کسے نے اپنی آمدن نال اپنی ضرورت پوری کرنی وہے فرتے ہوئی جائیں۔ آرام نال پر لک ماں ساہ نہ وہے تے فر بھر یری ڈگی چایاں ماں اراں پراں از سرا کرنا ہی پوئیں......جس پاسے کوئے مجبوری کو ماریو دسیو۔ اُسے ور تھپ مار لینی۔ کم جتنو اک مرضی وہے روپیہ دس بی لے ہی لینا۔ لیڑ کی کڈھ کسے۔ تم آپ انصاف کرو نا جی نکوایال پالنو ہے تے اے اس تنخاہ ماں بنے ہی کے ہے تے فر رشوت کا ٹھکرا دو لیکے گھر کا جھڑا چار چھلڑ وہیں اُنہاں کی وی خیر برکت اُڈا چھڑیں تے فر نکھریں او جی گذارو نہیں ہوتو تے اس طرح کا پچھنا کو گذار و رشوت لیکے وِی کت ہو یو، تیل سٹن نال وی کدے اگ بجھی ہیں۔

کجھ وَیہہ حکومت نے جنگلاں کارا کھا وھیں چھوڑیا وا۔ اُپربیں کے خبرے یا ہی سوچتا وہیں گا۔ سوہنی حفاظت ہوتی وہے گی۔ وُہ نہیں پتو جے اگلاں نا کگڑ یٹخ تے مکھن کلیاڑی تیں بغیر سنگھا ئین گراہ ہی نہیں لبھتو۔ کجھ اپنا ناں کی کجھ فارسٹر کی تے کجھ رینجر واسطے۔ کولا گراہ دو کھا کے روپیو سو کھنڈ چتنا ماں گھل لیو تے فر جنگل جانے

تے لوکاں کی نیت مراد پیا تنگاں ورتنگ ڈھیں تے نکھاروا ُنہاں کو وی اسے طرح گذارو ہی ہوتو کران وِی کے۔

جے کوئے بچارو تھانہ آلاں کی ڈھا چڑھ گیو فر تے اُس کو اللہ ہی راکھو ہے۔ چھٹ اک تے دھوائی واسطو کرے گو ور جس ویلے ویہہ سارا مچھ مروڑ کے اُس کی چاھڑ چڑھیں فر تے جھڑو ڈھوڈی۔ تھوم سرے وہ سارو حاضر کرنو پوئے۔ پہاڑو لبھاں ماں تے ہتھ ورسروں کر دیں۔ تھانے داروَروں صدقے بھانویں کوئے قتل کر کے ہی کیوں نہ آیو ہے۔ ساراں دفتراں ناگاں کھا جائے تے مظلوم بچارو فر اُت تھانیدار وِی بچارو کے کرے۔ مجبور جے ہویر۔ رہنو ہے راجاں مہاراجاں ہاروں تے فر اپنی اُس ۳/۴ ہزار کی تنخاہ ماں گذارو وے وِی کس طرح شکے شاہی کو زمانو تے ہے نہیں۔ اَجکل روپیہ چار اپلا تا وی ہونا لوڑیں۔

اسپتال تے سوہنی جگہ وھیں جت کدے ڈاکٹر لساں ماڑاں۔ کجئے جداں تے ماند کی سستی آلاں کو لیو کریں۔ وَر کجھاں تیں اللہ ہی بچاوے۔ ویہہ...... بیمار بچارو بھانویں اندر دھریو وو دُھڑکتو وہے تے آ گو وارثاں کو لے...... جے آپریشن کرانو ہے۔ تاں روپیو ۱۰۰۰ ہزار۔ نہ اٹھ سوناں کم نہیں چلتو۔ دھکا موا اتنو نہیں ترس کرتا جے آپریشن کرنو۔ اسپتال ماں ساماں سرکاری تنخاہ بکھلی لبھے تے فرد پیسہ کس گل کا۔ اَنے یاہ وِی فیس ویہے تے ویہہ کڈھ ہی دیں۔ خبرے فیس ہی وہے گی تے جان تیں پیاری کہڑی چیز ہے۔ فر جس ویلے آپس ماں بیس کے گنن لگیں...... اِس تیں بغیر تے گزارو ہی نہیں ہوتو۔ وہ کار کا تیل کو خرچو کتنو آوے گو بجلی آلاں کا پیسہ وِی تے دینا ہیں ٹیلیفون ٹی وی تے فلماں کو خرچو کنی۔ سارو خرچو اُپلاتی آمدن وچوں ہی

پوروکرنو ہے۔جس طرح اپنی تنخاہ پرناگ وے بیٹھیو ؤوتے فرگذاروو ھے کس طرح جے کسے کی نوکری کو مسٔلو آلگو فرتے خیر نہ سمجھو۔ بھانویں چپڑاسی لگنو ہوے، بھانویں ماسٹرکلرک، یا کسے کالج ماں داخلہ کو مسٔلو ہوے۔ بھرتی وہے یا کجھ ہور۔ دولائری جھوٹیاں کومل تے ادا کرنو ہی پوئے۔آخرافسراں نے وِی تے نکوعیال پالنو ہی ہے۔ویہہ وِی اینویں تے نہیں تھابنیاں۔اپریڑے توڑی نیاز دتی تھی

پہل تے خبرے دفتراں ہی وِچوں ہی ہوئی گی۔وَراجکل تے گراں ماں وی یاہ سختی بڑھ گئی ہے۔ بیاہ، شادیں، رکھانٚ، چھٹرکانٚ، مقدمہ، کچہری مارلڑائیں۔ یا بناسیدھا کرنا وہیں۔داج کی جھوٹی تیں بغیر تے مقدم کھڑ پنچ وِی منہ نہیں لاتا۔ تے نال کسے کولوں چھ مہینہ لوالیا۔ کسے کولوں اسو ماں دھیڑیں تے کسے کولوں نقد نیاز وصول۔ اپنے داروں سٹریا وا چھلڑ کو بروی نہیں منگتا۔قصور صاف اُنہاں کو وِی نہیں۔ اِنہاں بچاراں نے وی گذاروکرنو وہے۔ اپنو بنگلو وہی بنا چمکا کے رکھنٚو۔ نکاں نا شہزاداں ہاروں سوٹ بوٹ، زمین سالوں سال ہورخریدنی۔ بیاہ ور بیاہ۔ رکھنی تے چھوڑنی۔ یہ مچ سارا کم لنگ لان تیں بغیر ہی کرلینا وِی تے اک کمال ہے۔ تے اِس ماں جے کسے کولوں کجھ لے لیوقہر تے نہیں۔اس تیں بغیر گذارو ہی نہیں ہوتو......

ویہہ کے جس ویلٚے ہل جل تیں آلس آوے تے بڑا بڑا وِی اتنا آلدے جائیں۔ جے گدی وروں اُٹھن گا آنگس ہی نہیں لگتا......بیس بیس کے اللہ کا کماں ماں وی نیاز نذرکوناں رکھ کے چاہ پانی لینٚ لگ جائیں۔اَکھے موخ تیں بغیر تعویذ اثر ہی نہیں کرتو۔ جے کوئے اپنے نیویں پچھ ہی بیسے تے کہہ چھوڑیں۔ یوہ ٹبرنکو تے پالنو ہے تے فرگھر آئی نعمت جے ہوئی۔موڑیں وِی کس طرح......

سارا تے اس طرح کا نہیں ہوتا ور کجھ کجھ ماسٹر وی بچارا عادت تیں مجبور اپنی عادت کر ہی چھوڑیں۔ ہور کجھ نہیں تے دودھ کی گڈبی ہوئی...... یا دھیڑی لیتری کرنی۔ گیرا چار اسکولوں سدھ لیا تے پاس ہوتاں ماں ککڑی اک ہی دینی پوئے گی تاں کے ہے۔ جن ماسٹراں نے حساب تے سائنس پڑھیوو ہے اُنہاں کی تے پنجے گھی ماں ہیں......

تم سوچتا ہویں گا ہوں پٹواری کی گل ہی بھل گیو۔ منشی ہور مجال ہے جے سنجنے ہتھیں کسے نا اپنی اُس پھڑی ور بیسن دیں یا اُس چھڑا جیا رجسٹر دار دیکھن دے جائیں تے یہ گل وی اُس ویلے وہیں گی جد دھیاڑا دس حبتی گھسا گے منشی ہور گھر لبھ گیا ورنہ خدا نا لمنو سوکھو تے پٹواری نا لمنو اَوکھوا َگے گرداوری تیں لیکے انتقال توڑی کی ٹھنڈی تتی ہوا کھہڑ ی ڈالی نا نہیں لگی۔ ہوں انگلی لا کے کے دسوں؟

بڑا ابڑا افسر میں دعا کرتا ڈِٹھا خدایا۔ اگلا جنم ماں ہم نا پٹواری بنائیے۔ آخر کجھ تے دِسیوو ہے گو انہاں نا تے اِس محکمہ ماں کی کنجی جھڑی ہر جندرا نا لگے۔ امیراں وزیراں تیں لیکے اسمتر تسمتر ہر کسے نا تحصیلدار کا ہتھ تے لگیا ہی وہیں گا۔ داں قسم کر کے کہیو یوہ ناں سنتاں ہی دوئے ہتھ کناں ناں آپے لگ جائیں جے نہیں جے میری اپنی مثل پچھلاں پنجاں سالاں توں تحصیلدار کا دفتر ماں نہ پھسی وی ہوتی تاں ہور وی کجھ گل کرتو۔ پر کے کروں اِک چپ تے سو سکھ۔ تھک گیو اَڈیک اَڈیک کے مدے کوئے رحمدِل افسر آ جائے تے اس انتظار ماں کترن آلو جائے تے پوچن آلو آ جائے۔ اللہ کی مرضی نہیں تے ہور کے ہے۔

گل تے میں ساری گنا کے دس چھوڑیں۔ آو ہن ہوں تم نا منڈھ

پکڑاؤں، گذارو ہوتو کیوں نہیں۔ تے رشوت آنے پاسے کیوں لگیں۔ اِک تے اپنی آمدن ماں ہراک اپنانہیں بلکہ اک خاصا اُچا گھر کی ہنار پر خرچو شروع کر لئے۔ مانگماں ٹوڑا تے گیلیں ڈکار۔ دوجے جھڑا کم آپ کرسکیں، اُنہاں واسطے وی کوئے خدا کو بندو لِنگ لان واسطے تیار نہیں تے تیجے جد اُس ناں کو کوئے پیسو گھر ماں آوے تے فر سارا گھر کی خیر برکت چائے جائے۔ فر تے جتنو مرضی کماویں سمھ ہی جائے......گذارو وھے وی کس طرح۔

اصلی ہے یوہ اینویں ھڈی آلو سواد ہے۔اَج اکن نا کم پیئو۔ وہ دو جا محکمہ ماں روپیہ دس دے آیو۔کل اُس نا کوئے کم ہو یو تے ہور سکے کے مرنے لانا پے جائیں۔ تے واہ اشکات ٹرتی دسیں بئیں۔ دھیڑیں فر اُسے کو لے۔اس تیں تے جے پہلاں ہی کوئے کند کر کے انہاں دو ہاں تر وہاں گلاں پر عمل کریں تے اللہ کرے گذارو ہو ہی جائے۔ تے اینویں ہراک آیا گیا اگے نکھر چکھر کر کے منہ کو لالیو کھڑان تیں وی بچ ہی جائے......

نھے نہ ہو یو......سارا اس طرح کا وِی تے نہیں ہوتا۔اُنہاں اللہ کا بنداں دار وِی دیکھو جھڑا چھڑی تنخاہ پر ہی گذارو کریں تے چ سارا اس تیں بغیر وی۔

....

جے ہوں ہوتی گیری!

دور پچھے رہ گیا ویہہ زماناں جد کالسری ہونو شبکی سمجھے تھو عام لوک۔ اَجکل تے پنجی گھی ماں سمجھیں۔ ہر جگہ اولیت میں بھلا بھلا کہتا سنیاں۔ اوہو! جے ہوں ہوتی گیری۔ لوکاں کو ہوں کے کہوں، اپنے کولوں جے گل شروع کرنی وہے تاں اتنو یقین ہے جے یاہ شکل تے یاہ عقل ہوتاں جے ہوں گیری ہوتی تے کے شان تھا۔ ڈی سی تیں گھٹ تے کسے پوسٹ ور ٹھہرن کو سوال ہی نہیں تھو۔ جس دفتر ماں جس امتحان ماں جاتو آبیں ہوتی سارا عزت کرتا تے کریں وِی کیوں نہ: آخر سارا دِھیاں بہناں آلا جے ہویں!

کئی ڈراویں اکھے جس طرح کا تیرا اصول ہیں۔ اُس طرح تے عمر ساری گھر ہی بیٹھی رہ آ شاید اس ماں وِی کوئے بارہ آنہ سچ ہی وہے گو۔ ور میرو خیال ہے کجھ تے اللہ کا بندہ ہیں جنہاں نا اَجاں ولائت کی ہوا نہیں لگی تے کجھ اس طرح کا وِی ہیں جہڑا چنگی مندی جس طرح کی وہے۔ اپنی ماں نا اجاں اپنی ماں ہی کہیں۔

پردو؟ پردو نہ وِی کروں تے نک نقشو اللہ نے سوہنو بنایو وہے۔ پر ڈر تھو! یوہ کدے لوکاں کی عقل پر نہ پے جائے تے آخر واہی ہوئی نیوں سچی گل تے یا ہی ہے جے پردو دھی کی ذات نا ہی سوبھے۔ ور نہ فیشن؟ اللہ! جے کروں تاں منا وِی گھٹ نہیں سئی، جو ور دیکھی ہیں میں وی۔ اَج کجھ، تے کل کجھ۔ دھیٹری ماں ست

سوٹ بدلیں۔ گت کدے اک کدے دو تے کدے...... خیر مناں کے لوکاں توڑی۔ ہوں اپنی گل کروں۔ حدوں باہر نہیں تھی جاؤں تے ہور کے ہے۔ تے جے فیشن کروں آن تاں وی گوچھی کر کے نہیں۔ گھر کو خرچو پورو کر کے بالکل حساب کتاب نال تانجے کوئے بچارو یاہ نہ کہے آ۔ زنانی بے کرتوتی لبھی۔ ضرورتاں کو کہہ کے تے دنیا کے توں کے کر لے تے شوق کو مل وی کت پیسے ضرورت جتنی لمی کرو ہو جائیں۔ خاباں نا جتنی اُچی کرو ہو جائیں۔ خرچا جتنا بدہاؤ بدھ جائیں تے آخر گھر کو گھر آلی نہ سوچے تے کوئے مدے کر کے دیئے۔

نکا! نکا تے دو وی پچ ہی دسیں۔ کونڑ جنج بنا کے دھر چھوڑے کسے کی تنمی پاٹی وِی، کسے کی کُرتی کے بیڑا نہیں، ادھا پیروں اُباہنا ہو یا تے گال تے آخر جنن آلی نا ہی ہوئی نا۔ آپ چار جماعت پڑھنڑ کو نکاں نا اتنو سکھ وی نہ ہو یو جے وقت پر تیار کر کے سکول لا چھوڑیا تے فرماں کے ہوئی۔ تھارو دِل کے کہتو وہے گو منا نہیں پتو پر ہوں پچ ہی آلسی ہاں، اس گلوں۔ اماں اماں کرن آلا شاید جیدے نہ وھیں آں جے ہوں ہوتی گیری۔

دِل تے اَجکل کا مڑداں کو نکا شتو نگڑا ہاروں پیسے گھٹ ہی ہے۔ اک جگہ تے خوشحال وِی اللہ ہی کرے کسے نا تے وہے۔ نیوں جتنو میر و وس چلے آسکھ بڑو دیوں ہاں اُس کسے نا کے کہوں؟ ناں وی کہیں نہیں لیتا۔ نکاح تے خورے نہ ہی ٹٹو وہے۔ پر لوک کہیں تے چلو ٹھیک ہی کہتا ہویں۔ گیری ہونڑ تیں پہلاں ہی جے اَنڑ منی شروع کر لیوں۔ یاہ وی چنگی نہیں لگتی۔

ویسے عام تے دو جیاں نا ہی سکھ مت لاتی رھیں۔ آپ تے بھانویں بیاہ

تاں ہی ناں لیکے گالیں چھڑ جائیں نہیں تے مہینوں کھنڈ ٹھہر کے سئی تے ناں وی اک کے کئی کئی ناں دھر کے گُڑ بنڈنٛ وہے۔ دیکھیو ہی کے ہے جد کاں تیرا گھر ماں آئی وی ہاں۔لعنت اُس گھڑی نا جسے ویلے یوہ بیاہ۔نہیں لٹھیاہ ہو یوتھو۔ہور خورے کے کے اینویں پہلاں ہی مری زبان گندی کرا گیا۔یوہ کجھ نہیں تھو میرے تیں وہے۔مکتی گل جے پیارے بے تحاشو دیوں ہاں گھر آلاٛ نا۔

میں جانٛ کے گل اگر یڑے تیں شروع کری تھی اک دو گل چھوڑ کے۔چلو تم نے یاد کرائی تے کر ہی چھوڑوں۔کے کہیو سکول؟ سکول تے میں پڑھنو ہی تھو جو مرضی وہے آ تے یہ نکی عمر کا چار دھیاڑا ہو سکے ہوں وی پابندی برداشت نہ کروں آں ورچ نچ کڈ نہیں تھی وہے میرے تیں۔آلسی جے ہاں تے اِک جسو کسو گھر آلاٛ سر چاہڑھ چھوڑیں۔اُس نالاجی نالٛ سر بنا کر کے قبول ہے۔نہیں تھو میرے تیں کہنٛ وہے بھانویں کوئے نخے ہی وہے آ۔ یاہ چھٹ اک لاجی تے فر عمر ساری کو رواس نہیں بھوگن ہوتو۔

گھر سمھالنو لپنو گندنو، کنی، چولھا پانی کو کم، آیا گیا کی مزمان داری، روز کو امادو، نکاں کی ضد، بوٹ سوٹ تے پڑھائی تے فر اُپر گھر آلاٛ کو رعب تے نخرا، توبہ اللہ یوہ کجھ سارو تے میرے تیں نہیں تھو ہو سکے جے ہوں ہوتی گیری۔شکر ہے اَجاں خیر سکھ ہے......!!!

....

مُک چُک

....

تجزیاتی مطالعہ:

گوجری افسانہ نگاری

کے ڈی مینی

بندہ ناہر دور ماں کہانی لِکھن کو لچٹ تے الیل رہیو ہے۔ کہیو جائے پتھر کا زمانہ ماں بھی لوک رات ویلے اکیہر کول بیں کے اک دوجا نا دن دھیاڑا کی واردات تے جنگلی درِنداں پر اپنی بہادری تے سبقت نا قِصا کہانیاں کی پوشاک لوا کے سناویں ہوئیں تھا۔ فر اک ہور دور آیو جد بندہ نے ان دیکھی مخلوق کا بارہ ماں قصہ کہانیں گھڑنی شروع کیں تے کہانی نا پُر اسراریت کو کھوپڑو چاڑھ کے اس نا دھرس کڈھن آلو رُوپ دے دِتو۔ اس طرح جِناں، پریاں، چڑیلاں، بھوتاں تے جل مساناں کا کردار باندے آیا۔ پھر کہانی نے اک ہور پاسو پرتیو تے راجاں مہاراجاں کا محلاں ماں بڑھ گئی تے عوام کا ہتھاں بچوں نکل کے محلاں کی داسی بن گئی۔ پر بلیں بلیں یوہ دور بھی نستو ہو گیو تے کہانی کا نیلا پتر ویلا کی ڈاڈھی دھُپ ماں سڑ کے جھڑ گیا تے اس طرح کی کہانی اک منڈار بن کے رہ گئی۔ پر اسے کا مُنڈھ تیں کہانی نے نواں لچھا کڈھیا تے کہانی راجاں کا محلاں تیں نکل کے عام لوکاں کے نیڑے آتی گئی۔ ہُن کہانی کار عام بندہ کی حیاتی کا دُکھ سُکھ، جِت ہار، عروج زوال، محبت تے نفرت ناں موضوع بنان لگ پیا۔ اس طرح ویلا تے ماحول کی بٹی

پر گھستی گھستی، مہارے تیکر پُج کے عام بندہ کے اتنی نیڑے آ گئی ہے کہ اس کو اوپرو پن ختم ہو گیو۔ ہُن کہانی صرف بیرونی منظر کشی کو ہی ناں نہیں سگوں اس ماں باطنی منظر کشی بھی علامتاں کے ذریعے کی جا رہی ہے۔ تے کہانی ماں انسان کے اندر بیتن آلی واردات، ذات ٹُٹن کو جھف، شعور، لاشعور تے تحت الشعور پر پیش آن آلا واقعات تے حالات بھی کسے نہ کسے شکل ماں بیان کیا جا رہیا ہیں۔

گوجری ادب ماں کہانی اک عرصہ توڑی لوک ادب کو حصو رہی ہے۔ تے لِکھن کے بجائے لوک مُنہ زبانی کہانی گھڑ کے سناتا رہیا ہیں۔ تے اس طرح کہانی سینہ بہ سینہ اگے ٹُرتی رہی ہے۔ اس کی بڑی وجہ یاہ ہے جے گُوجراں ماں علم کو ڈاڈھو گھاٹو تھو، لوک پڑھیا وا نہیں ہوئیں تھا۔ اس واسطے یاہ صنف زبانو زبانی ہی اگے بدھتی رہی جہڑی کہ لوک ادب کی صورت ماں مھارے باندے ہے۔

تحریری گوجری افسانہ کی عمر حالیں پُج بِکی ہے تے یاہ کوئی تریہہ (۳۰) سالاں تیں زیادہ نہیں۔ حالانکہ ۱۹۷۱ء تیں پہلاں ''گوجر دیس ماں'' کدے کدے گوجری افسانو چھپتو رہے تھو پر و یہ افسانہ اج کا افسانہ کی پرکھ پر پُورا نہیں آتا۔ اُنگا اس زمانہ ماں لوک اپنی ماں بولی ماں لِکھن تیں جھکیں تھا، اسواسطے وی افسانوی ادب ماں کوئے قابلِ ذکر کم نہیں ہوؤ پر ۱۹۶۹ء ماں ریڈیو کشمیر سرینگر تے پھر ۱۹۷۵ء ماں جموں تیں جد گوجری پروگرام شروع ہوؤ تاں گوجری کا کُجھ سپُوت اس پاسے مُڑیا تے انھاں نے گوجری کہانیں تے افسانہ لِکھنا شروع کیا پر حالیں بھی سارو کُجھ ہواماں ہی تھو۔ صحیح معناں ماں ۱۹۷۸ء ماں جموں کشمیر کلچرل اکیڈمی ماں

گوجری شعبو کھلن کے نال ہی گوجری افسانہ کی ترقی بادھا کو دور شروع ہوئے۔
گوجری زبان کی ترقی بارے ٹھوس طریقہ نال کم شروع ہویا۔اک پاسے گرایاں تے
شہراں ماں گوجری مجلس تے کانفرنص ہون لگیں تے دوجے پاسے ''شیرازہ'' کی
باقاعدہ اشاعت شروع ہوگئی۔اس طرح لوکاں نا اپنی ماں بولی ماں لِکھن کی شوق
پئی۔ کیونجے مادری زبان اظہار کو بہترین وسیلو ہے اسواسطے مُچ سارا گوجری کہانی
کی زُلفاں نا سوارن لگ پیا۔ سارو جھک مُک گیو تے گراں گراں ماں شاعر تے
افسانہ نگار جم پیا۔اس طرح ۱۹۷۵ء تے ۱۹۸۰ء کے درمیان گوجری ماں لکھن آلاں
کو اک قافلو تیار ہوگیو۔اج تک ٹُرتاں ٹُرتاں انھاں بچوں کجھ تھک بھی گیا ہیں، کُجھ
رستو بھُل بیٹھا ہیں، کُجھ لاپرواہی نال اس پاسا نا چھوڑ گیا ہیں پر مچ سارا افسانہ نگار
جنوں ڈاہ کے گوجری افسانہ نا اگے بدھان ماں لگا ہوا ہیں۔ تے ہن غبار ہٹن تیں
بعد نتھر کے کجھ اجیہا افسانہ نگار مہارے سامنے آ گیا ہیں جنھاں کی لِکھتاں پر مان
کیو جا سکے تے انھاں کی لِکھتاں نا دوجی کسے بھی زبان کا لکھن آلاں کا مقابلہ ماں
رکھیو جا سکے۔ ان افسانہ نگاراں ماں قابلِ ذکر ناں ہیں،غلام رسول آزاد،شریف
شاہین،اقبال عظیم،امین قمر،قیصرالدین قیصر،نسیم پونچھی،فضل مشتاق،محمد حسین سلیم،
کے ڈی مینی،ڈاکٹر رفیق انجم تے مرزا خان وقار۔ان لوکاں نے گوجری افسانہ ناں
دھند تے غبار بچوں کڈھ کے اج کا دور ماں آنیو تے گوجری ان سپوتاں پر جتنو بھی ناز
کرے گھٹ ہے۔
کیونجے اُردو رسم الخط گوجری کو بھی رسم الخط منیو گیو ہے تے گوجری کا افسانہ

نگار بھی وہی تھا جہڑا اردو جانیں تھا تے اردو ادب پڑھیں تھا اس طرح اردو افسانہ کی روایت کو سِدھو اثر تے چھاملو بھاویں بے بھلاوے ہی گوجری افسانہ پر بھی پیو پر اسکی دکھ گوجری افسانہ پر باندے باچھڑ دیکھی جا سکے۔ گوجری افسانو پڑھن مگروں اک ہور گل جہڑی سامنے آوے۔ واہ یاہ ہے کہ یوہ اجیں پریم چند کا بنایا وا چکر وِیو ماں پھسیو وو ہے پر یا ہی گل دو جا طریقہ نال بھی کہی جا سکے۔ کیونجے پریم چند نا فوت ہویاں اجھاں پچھتر سال ہی ہویا ہیں تے وے یہ ساریں بدعت تے مسائل جہڑا پریم چند کا دور ماں تھا اج بھی مھارا سماج ماں موجود ہیں۔۔ بھاویں شکل بدل گئی ہے، پر اج بھی عوام کی لُٹ گھسٹ، وہی غریباں کو استحصال، واہی زور زبردستی، واہی کھڑپینچی، مذہبی تے اقتصادی تفاوت تے عوام کی ماڑی حالت اج بھی موجود ہیں۔ اس واسطے جد ادیب اپنا سماج تے ماحول نا موضوع بنا کے لکھے تاں پتو چلے کہ لِکھت پر پریم چند کو اثر ہے۔ حالانکہ یوہ اس ماحول کو اثر ہوئے جہڑو کہ ادیب کی چار چوگُٹھی کھِنڈیو وو ہے۔

اج تیں کُجھ سال پہلاں توڑی مھارا گوجری ادیب افسانا لِکھن کے بجائے اپنا معاشرہ کا بارہ ماں معلومات فراہم کرتا سئی ہوئیں تھا۔ جد کہ یوہ کم ماہرِ سماجیات کو ہوئے، ادیب کو نہیں پر یاہ گل ضروری ہے جے ادیب نا اپنا معاشرہ ماںھ پیش آن آلی وارداتاں کو احساس ہونو چاہیئے تانجے وہ انھاں نا موضوع بنا کے افسانا لِکھ سکے۔

اک ہور گل جہڑی گوجری افسانہ پر چھائی وی تھی یاہ تھی کہ کجھ گوجری ادیب

ادب برائے مقصد کا دریا ماں غوطہ کھاتا رہیں تھا تے انھاں کا موضوع پٹواری، کھڑپنچ، شاہبکار، پیر تے علم کا فائدا کی چوکھی گھانی کھاتا رہیں تھا۔ پر پچھلا کُجھاں سالاں تیں گوجری ادیب اس باڑنا کپ کیکھلا ماحول ماں آیا ہیں تے انھاں نے زندگی کا بکھ بکھ پہلو اپنی کہانیاں کا عنوان بنایا ہیں۔ اس طرح گوجری کہانی اک لمی چھال مار کے اج کا دور ماں لکھی جان آلی کہانیاں کا مقابلہ ماں آ گئی ہے۔ یاہ گل منی پوئے گی کہ گوجری کا کُجھ افسانہ نگاراں نے ڈُنگھا مطالعہ، ڈاڈھی محنت تے چنگی سوچ کو سہارو لیکے اجیہا افسانہ لکھیا ہیں جہڑا کہ کسے بھی دوجا ادب کا فن پاراں کا مقابلہ مانھ رکھیا جا سکیں۔ اج کا گوجری افسانہ نگار کِدے روٹی کا چھلڑاں کی ترنجن، لیر لیر کپڑاں کی شروہی، ہوٹھاں پر جمی وی پپڑی کو جعف، پیراں کی بیئیاں کی تڑک، ننگی ننگی غرض واسطے ٹٹیا تاتے ٹُھڈ لمکاتا جھونستا چہراں کی بے بسی، پڑھن آلی عمر ماں گیدریاں کا ڈنگر چارن کو دُکھ تے بے آسری عورتاں پر فارخطی کی لٹکتی وی تلوار نا موضوع بنا رہیو ہے۔ تاں وہ اپنا قبیلہ تیں چھُٹ جان کو جعف، شہری زندگی کی کوفت، بھیڑ ماں گُم جان کو ڈر، انسانی ذات کا ٹُٹن کو درد، تے شعور، لاشعور تے تحت الشعور پر پیش آن آلا واقعات نا وی پیش کر رہیو ہے۔ سچی حقیقت نگاری تے ساریاں علامتاں نا برت کے سوہنی، سوچجی تے سُتھری کہانی وی لکھی جا رہی ہے۔ ہُن اجتماعی گوجری افسانہ تیں بعد مناسب ہے کُجھ قابل ذکر افسانہ نگاراں بارے وی گل ہو جائے۔

میری نظر ماں سجری گوجری لکھن آلاں ماں سب توں پہلو ناں آوے غلام

رسول آزاد کو۔ ویہ بڑی پُر معنیٰ، رسیلی تے اج کا دور کی وارداتاں نا بیان کرتا وا سامنے آویں۔ انھاں نے اپنی کہانی ''جان نہیں چھٹتی'' ماں اجیہی عورت کو کردار بیان کیو ہے جسکی مرضی کے خلاف بیاہ کرا دتو جائے کیونجے ناپسند معراج سنگ باندے باندے نفرت نہیں کرسکتی، اس واسطے واہ ٹھباب تے ڈھینچر کو سہارو لے کے جھوٹھ موٹھ کو ہال پائے تے فر اپنی نفرت کو اظہار کرتے ویلے خاوند نا ٹیٹری ہاروں نچاوے تے جان پر صبر کرے۔ اس کہانی تیں یاہ گل باندے آجائے جے سماج تیں رہیا وا لوک بھی اپنی ذات کو اظہار کسے نہ کسے طور پر کرتا دِسیں، بھاویں اپنے اندر کو ہُسڑ تے ہول کڈھن واسطے اس ناہال کو ہی سہارو لینو پوئے۔

''خواباں کی ڈھیری'' غلام رسول آزاد کی اک ہور چنگی کہانی ہے۔ اس کہانی ماں پڑھن آلا گوجر گدراں نا ملن آلی سرکاری امداد کو ذکر کرکے یاہ گل دسی گئی ہے جے کدے بر وقت یاہ حوصلہ افزائی نہ ہوتی تاں شاید غریب گوجر گیدر اج بھی ڈنگر بچھا چارتا تے مقدماں کو گوہ سٹ کے عمر ٹپاتا۔ ہوں سمجھوں کہ اس مالی امداد نے گجراں کی مالی حالت ماںھ سدھار آنن کے نال انھاں کو جھک بھی کھولیو ہے۔ ویہ ڈھاکاں تے کاڑاں بچوں نکل کے قومی دھاراماں شریک ہو گیا ہیں۔ کیونجے اس اقتصادی ٹھاپنا نے انھاں نا عزت مان بھی دِتو ہے اس تیں انھاں ماں چنگی حیاتی جین کو جوش تے گمیو وو تشخص بھی انھاں نا لبھو ہے۔ آزاد صاحب کدے اس بکھی وی کوئے رمز مار چھڑتا تاں کہانی ہور وی نِکھر سکے تھی۔ اس کہانی ماں انھاں نے بڑی رسیلی تے سجی سنوری زبان برتی ہے۔ پیش ہیں اس کہانی بچوں اقتباس:

'' تے ایک ہی وقت اس نے دو چر خاڈاہیا، ایک لکڑی کو تے دو جو زندگی کو۔ دل کا تکو پرغماں کی تند چھکی تے لوہا کا تکو پر اُن کی پونی لائی''۔

امین قمر افسانہ کا پلاٹ کو تانو بانو اسطرح بنیں کہ پڑھن آلو اخیر جا کے ترس کھا جائے۔ انکی کہانیں سوچن تے غور کرن پر مجبور کریں۔ انکو مزاحیہ انداز تے ہاسا ہاساماں رمز مارن کو طریقو بڑو منفرد ہے۔ اک کہانی ''لگیاں کو سینہہ'' ماں انھاں نے گوجرا سماج ماں کھبیا وا کھڑ پینچ کو کردار جس راہ پیش کیو ہے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ انھاں کی کہانی 'دو جو پھیرو' بھی قابلِ ذکر ہے۔ اس کہانی ماں جنگ بندی لائن کا باہیا وا پھٹاں پر لو باہی گئی ہے۔ کس راہ یاہ لکیر بندہ بندہ، بھرا بھرا، ماں باپ، عاشق تے معشوق نانکھیڑ چھوڑے، کس راہ ندیم اک پاسے تے ممتاز دوجے پاسے تے فر اڈیکتی اڈیکتی ممتاز عین جوانی ماں فوت ہو جائے۔ کیو نجے ندیم آن کو وعدو کر کے وی ویلے سر نہیں اپڑ سکتو۔ پیش ہے اک اقتباس:

''فِر انھیر واگ تے خون، نفسو نفسی تے دوڑ بھج اِنگا کا لوک اُنگا تے اُنگا کا اِنگا، ہوں مشکل نال نس بھج کے گھر پو نچیو۔۔۔۔ ممتاز تے میرے درمیان اک لکیر تھی، اک اُچی دیوار جہڑی آدمیاں نے بنا لئی تھی! اُس کو مُلک ہور تے میرو ہور۔۔۔''

شریف شاہین بھی گوجری کا اک منیا وا کہانی کار ہیں۔ وِیہ گوجری ماں افسانہ لکھن کا نواں نواں تجربا کر رہیا ہیں جہڑو گوجری واسطے اک نیک شگون ہے۔ '' بھاند کی ڈالی'' انھاں کی اک قابلِ ذکر کہانی ہے جس ماں انھاں نے بڑی

خوبصورتی نال پہاڑاں ماں بسن آلا لوکاں کی اس حالت پر لو بالی ہے جد سارو سال محنت کرن مگروں تیار ہوئی فصل نا ہناس کُٹ مار کے دھر چھوڑے تے زمیندار بچارو ہتھ ملتو رہ جائے۔

محمد حسین سلیم ہوراں کی کہانیں گوجرا ماحول کی بھرپُور عکاسی کریں۔ ویہ بھاویں گھٹ لکھیں پر ہر کہانی ماں حیاتی کا کسے نہ کسے ناسور نا تڑک لاتا والنگ جائیں۔ یہ کہانیں نیچھ گوجرا ماحول کی کہانیں ہوئیں۔ ویہ اس ماحول نا بڑی سچائی محنت تے دیانتداری نال پیش کریں۔ انکی ہر گل، ہر محاورو تے ہر کردار گوجر بستی کو ہوئے۔ انکا ہتھ ماں طنز و مزاح کو ہتھوڑو تے نہیں پر اجیہو تیشو ضرور ہے جس سنگ ویہ مدعا نا گھڑ کے پیش کرتا رہیں۔ انکی کہانی ''پیر کرامت شاہ'' سادہ گوجر کی جیتی جاگتی تصویر ہے۔ اس کہانی ماں انھاں نے دسیو ہے جے کرمیو جھڑ و بڑو آلسی، عیاش تے نکمقو جیہو بندو ہوئے تے جس نا گراں ماں کوئے نوکر وی نہیں رکھتو، جد بھکھو مرن لگے تاں لاڑی کی صلاح پر مسجد ماں جاپسے، اُت اک چودھری اس نا پیر سمجھ کے گُمی وی مہیس پر نیاز منے تے فر مہیس لبھ جان پر وہ اس اگے یارمی کا پیسا گُڑ تے آٹو آن دھرے تے اس نا اپنو پیر من لئے اس طرح کرمیو اک بہلو نکمو تے بھکھو جنوں کرمیا تیں پیر کرامت شاہ بن کے سامنے آوے! اسے راہ سلیم صاحب نے ''لاڑلی'' ماں نور جہان کی دُکھارونی، چاچا کی اس پر جھڑک تے ابا کی قبر پر رکرتا اسکا کوسا کوسا کو ساتھروں کہانی نا بڑو سوہنو بنا ھوڑیں۔

گوجری کہانیاں کی جیند ماں کدے کدے علامتی کہانی وی نظر آویں تے

کُجھ اجیہی علامتی کہانی وی لکھی گئی ہیں جنھاں ماں ترسیل کو کوئے مسئلو نہیں سگوں پورو تسلسل، چنگو سواد تے ڈُ نگی رمزوی نظر آویں۔ اس سلسلہ ماں عبدالحمید کسانہ کی کہانی ''اپنا کی مار'' پیش کی جا سکے۔ اس کہانی ماں پھانڈا تے رُکھ نا علامت بنایو گیو ہے تے دسیو ہے کہ جد تک رُکھ سارا اکٹھا رہیں پھانڈ وا انھاں نا کوئے نقصان نہیں دے سکتو۔ پر جد اک رُکھ دوجاں پر رعب جمان لگے تاں دوجا رُکھ اسکی جڑاں نا ہلا چھوڑیں تے پھانڈ واس نا پرت چھوڑے۔ یاہ کہانی دسے جے بندہ نا غرور چھوڑ کے مل جل کے رہنو چاہیئے۔

نسیم پونچھی نیوں تے شاعر ہیں پر کہانی وی بڑی معرکہ کی لکھیں تے حیاتی کی کسے سچائی نا تڑک لا کے اجیہی حقیقت باندے آنیں جہڑی پڑھن آلا پر لوندرو چاڑھ چھوڑے۔ ''گھُمن گھُمن حیاتی'' انھاں کی اک چنگی کہانی ہے اس ماں اک اجیہا بندہ کی کہانی بیان ہوئی ہے جس نا کوئے نکا ہوتاں چاء لے جائے تے سہنسی نا بیچ چھوڑے تے اس راہ وہ بھی سہنسی بن جائے۔ پر اک بیلے وہ اپنا مُلک ماں واپس آجائے تے کس راہ اپنا گھر آلاں نا پچھان لئے پر ویہ اس نا اپنے نال نہیں رلاتا۔ اس کہانی کا اخیر کی سطر قابلِ غور ہیں جس تیں ساری کہانی باندے آجائے۔

''ہوں ن کُجھ نہیں منگتو، صرف اتنو چاہوں کہ یاہ دھرتی مِناں گل نال لا لئے، کوئے منا بھائی کہے، کوئے مناں اپنو۔۔۔''

ڈاکٹر رفیق انجم نا گوجری کہانی کو ڈاکٹر کہیو جائے تاں جھوٹھ نہیں ہوسیں۔ اس راہ سئی ہوئے جے گوجری کہانی کی نبض پر انکو ہتھ ہے۔ حالانکہ انھاں نے اپنا ہتھ

شاعری تے تحقیق ماں دسیا ہیں پر گوجری کہانی نا ویہ اپنا ہتھاں پر نچاتا، کھڈاتا، ہساتا تے رواتا والگیں۔ ویہ کہانی کی اٹھکل مزاج تے وطیرہ تیں چنگی طرح واقف ہیں تے جدید ادب کی وی پوری واقفیت رکھیں۔ یاہ گل انھاں کی کہانی کار کی حیثیت نا اُچو درجو دے چھوڑے۔ بھاویں گوجری کہانی کاراں کی ہوں درجہ بندی تے نہیں کر سکسوں پر سچ گل کہنو وی تے اک درجو ہی ہوئے نا۔ ویہ ۱۹۹۶ء ماں ''کورا کاغذ'' شائع کر کے گوجری کا پہلا صاحب کتاب کہانی کار بنیا تے انکی اس کتاب کا مطالعہ تیں یوہ سچ باندے آوے جے رفیق انجم کی کہانی گوجرا سماج کا سچ نا بیان کریں۔ تاں ہی انکی کہانیاں ماں انسان کو سچ باندے با چھڑ نظر آوے۔ اج کی جدید کہانی پر ڈُنگی نظر ہون کی وجہ تیں ویہ رمزاں تے اشاراں سنگ کسے کردار نا علامت کی صورت ماں پورا سماج پر کھلیار چھوڑیں۔ مثال کا طور پر انکی علامتی کہانی ''کباری'' نا لئیو۔ کباری گوجری کی مچ پیاری کہانی ہے جہڑی جدید کہانی کا سمندر ماں تاری مارتی سئی ہوئے تے پڑھن آلاں نا مغز مارن پر مجبور کر دئے۔ کہانی ماں اک بندو فوت ہو گیو ہے تے قبر ماں اس نا کجھ چٹ کاپڑ آکے کہیں جے تیں کباری کر چھوڑی ہے۔ یاہ گل خبرے کتنی رمز کھول چھوڑے۔ ذری یوہ منظر ملاحظہ کرو:

''۔۔۔قبر کدے کی تیار، کفن چو پھٹ کر کے دھر یو وو، جنازہ کی صف کھلی وی، سامنے ہولی جئی منجی دھری وی۔ جنازو آن ماں کائے دیر نہیں تھی، صرف یوہ فیصلو نہیں تھو ہو سکیو جے آخر بستی ماں فساد کیوں ہے، ہر پاسے نحوست، بے برکتی تے نفسو نفسی کس کے پیروں ہے، بستی کا پنچ دیر تو ڑی اسے سوچ ماں رُجھیا وا تھا۔'' تے

فِر کہانی کا چھیکڑ ماں قبر ماں سفید پوش مخلوق مرن آلا نا یاہ کہ کے فیصلو کر چھوڑیں جے” توں واپس چلیو جاتے اُن پنچاں نا اراں بھیج“۔

میری نظر ماں یاہ کہانی کسے وی زبان کا جدید ادب کی کہانیاں کے بشکار رکھن جوگی ہے۔ جِت یاہ کہانی لِکھ کے رفیق انجم حیاتی مگروں وی جیین جوگا ہو گیا ہیں اُت گوجری کہانی دوجی زباناں نا گُجھ دین جوگی وی ہوگئی ہے۔

شریف شاہین نے گوجری کہانی نا اپنا ہمعصر کہانی کاراں سنگوں بکھ لباس لوان کی کوشک کی ہے تے انھاں نے کہانی نا گوجرا سماج بچوں باہر کڈھ کے انساناں کا بازار ماں آن کھلو کیو ہے۔ انھاں کی کہانی ”نیلم“ اس گل کی مثال ہے جس ماں اک گوجر نوجوان انگریز گدری کی تاہنگ کرے، اسکی شقنق رکھے تے اسکی ہکھی اپنا کالجہ ماں پالے۔ گوجری کہانی ماں یاہ اپنا آپ ماں اک بڑی گل ہے۔ پیش ہے کہانی کو آخری جُملو :

” نیوں لگو کہ کئیاں جذباں کو کریش ہو گیو ہے۔ وہ جدوی نیلم کی ٹبک بھر کے ہتھاں ماں لئے، ویہ روزی کا اتھروں سئی ہوئیں۔۔۔“

اج کا دور ماں جس طرح ہر چیز بناوٹی بن گئی ہے تے انسانی قدراں کو گاٹو گھُٹیو جا رہیو ہے بندہ کی بڑائی لیاقت تیں نہیں بلکہ کوٹھیاں کاراں تیں لگے۔ تے پیسا کی یاہ دوڑ تے بھُکھ بندہ تیں اس کو گراں، ماں باپ، بھائی بند سب گُجھ چھڑا چھجوڑے پر سب گُجھ ہتھ آن مگروں وی انسان کی ذات تے ضمیر بھُکھو تسایو ہی رہے۔ لوکاں کا مُنہ مِٹھا تے دل کالا ہیں اس خیال نا محمود رانا نے اپنی کہانی ”زندگی

آواز'' ماں پیش کرن کی کوشش کی ہے، حالانکہ ویہ اس موضوع نال انصاف نہیں کر سکیا فروی انکی یاہ کوشش گوجری کہانی ماں اک نووں اضافو ہے۔ اُپر بیان کی گئی ساری گلاں کے باوجود گوجری افسانو حالیں اپنا عبوری دورتیں ہی گذر رہیو ہے تے حالیں اس سمت ماں چال ڈھال تے اٹکل کے بارے کُجھ کہن کی گنجائش نہیں۔

اج کو افسانو انسانی ذات کی چومُکھیا پنوتا نو بانو بُنے لگو وو تے جدید افسانو کسے خاص کردار کی جھلک ہون کے بجائے اسو یلے چ سارا کرداراں کی نمائندگی کرے لگو وو۔ کہانی اک وسیع انسانی پس منظر ماں داخل ہوگئی ہے۔ جِت نہ صرف خارجی حالات ہی کہانی کہواویں سگوں باطنی منظر کشی وی ہورہی ہے۔ کسے شدید لحہ کو اثر، انسانی دماغ کو انتشار تے بکھراؤ وی کہانی کے ذریعے پیش کیو جارہیو ہے۔ ادیب نہ تے کسے رجحان نا قبول کر رہیو ہے تے نہ ہی کسے نا رد۔ سگوں اپنا تجربہ تے فہم نا برت کے نویں کہانیں لکھی جارہی ہیں۔ اج کا موضوع ہیں ان جانی چیزاں کو خوف، موت تے موت تیں بعد کو ڈر، دنیاوی چیزاں نا حاصل کرن کی دوڑ ماں پچھے رہن کو جھف، انسانی بھیڑ ماں گُم ہو جان کو خطرو تے فرداخلی جہنم کی اگ جیسا موضوع وی ازمایا جارہیا ہیں۔ میرو کہن کو ہرگز یوہ مطلب نہیں کہ کل توڑی لِکھیو جان آلو افسانو چنگو نہیں تھو یا فراس نا کھہر اپر رکھ چھوڑنو چاہئے۔ سگوں روائتی افسانہ تے قصہ نا بنیاد بنا کے نووں ادب وی چنگی طرح تخلیق ہو سکے۔ مھارے سامنے سریندر پرکاش، کنور سین تے انتظار حسین کی مثال ہیں۔ جنہاں نے روائتی قصا کہانیاں تے حکایتاں کی نیں پر اجیہی کہانی بنائی ہیں جہڑی لامثال تے لاجواب ہیں تے اج کا ماحول ماں وی فِٹ بیٹھیں۔ اس سلسلہ ماں انتظار حسین کی کہانی ''کشتی''

سریندر پرکاش کی ''گولی'' تے کنورسین کی ''آج کا دھرت راشٹر'' قابلِ ذکر ہیں۔ مثال دین کو مطلب صرف اتنو ہے کہ مھارا گوجری کا کہانی کاروی اجیھا تجربا کریں تاں جے گوجری افسانہ نانویں راہ لبھ سکے۔

یاہ گل صحیح ہے جے پچھلا کُجھاں سالاں ماں گوجری کہانی کو نکھریو وونو وں، سجروتے نیچھ روپ کڈھن کی زوردار کوشش کی گئی ہیں تے مھارا گوجری ادیباں نے افسانہ کی بچ ساری کھِلی زیناں پر ہل بہائی کر کے گوجری افسانہ ماں نویں باڑی لائی ہیں تے نویں پھلواری تیار کی ہیں۔ تھوڑا عرصہ ماں ہی اجیھو نرویو، سوہنو تے سوچجو ادب لِکھیو ہے جس پر گمان وی کیو جا سکے تے مثال وی دتی جا سکے پر حالیں مھارو سفر ختم نہیں ہویو!، سگوں شروع ہویو ہے۔ حالیں ہم نے افسانہ ماں نواں رنگ روپ بھرنا ہیں تے کھلن کھار پس منظر نا پوری جرت سنگ سامنے آنو ہے۔ حالیں گوجری افسانہ کی نہار تے مہار بنان واسطے ڈُنگی سوچ کا سمندر ماں چُبھی مار کے ادب کاں سُچاں موتیاں نا کڈھنو باقی ہے۔ تاہی فر حالات کی کالیاں راتاں تے اوکھیاں دندیاں بچوں لنگھ کے ہم افسانہ کی معراج تیکر پُجاں گا۔ پر جس جذبہ جوش تے نیک نیتی سنگ مھارا گوجری افسانہ نگار لگا وا ہیں اس نا دیکھ کے یاہ گل کہی جا سکے جے وہ ویلو دور نہیں جد گوجری افسانہ کی جیند ماں وی اجیھا پھُل پھُلیا ہوئیں گا جنھاں کی خوشبو دوجیاں زباناں کا افسانہ نگار تے پڑھن آلا وی لین ماں خوشی محسوس کریں گا۔ (انشا اللہ!)

خوش دیو مینی

"Heritage" Fort Road Poonch (JK)

پارکھ نظریں

ڈاکٹر انجمؔ بحیثیت افسانہ نگار

چودھری نسیم پُونچھی

اَج توں پنجی چھبی سال پہلاں گوجری کہانی نے نکّیں نکّیں قدمیں سفر شروع کیو تھو اس کی بڑی وقاری ٹور تھی یوہ سچ منو پے کہ اس کہانی نے بڑا سیانا، سنجیدہ تے ادب پر چنگی نظر رکھنؔ آلا لوکاں کی انگلی پکڑ لی تھی، اِس نا پھیر میں راہیں ٹرنو پیو بلیں بلیں ٹرتی رہی۔ یاہ جھڑے پاسوں وی گذری اس کی ٹور ماں وقار بانکپن آتو گیو۔ یاہ گوجری کہانی کی خوش قسمتی تھی کہ گھروں نکلتاں ہی اقبال عظیم، امین قمر، قیصر الدین، غلام رسول آزاد تے مختارالدین تبسم جسا راہبر ملیا۔ کہانی تے افسانہ نا ایکنؔ ہور اقبال عظیم نا صدیاں توڑی اڈیکنو پے گو۔ بلیں بلیں اُس اُچا منجھیا واتے خوبصورت کہانی کار ناںؔ اک اک رلتو گیو تے تکتاں ہی اک رونقی قافلو بنتو گیو اس قافلہ ماں ڈاکٹر رفیق انجم صاحب وی چپتیں آنؔ کے رلؔ گیا۔

میرا جسا گھٹ لو آلا بندا نا لا گماں کاغذ پر عینکوں بغیر وی کجھ نہ کجھ نظر آجائے پر ''کورا کاغذ'' پر کجھ نظر آنو کوئے سخلو کم نہیں ''کورا کاغذ'' انجم صاحب کی کہانیاں کو مجموعو ہے۔ پیشہ کے طور ڈاکٹر ہیں۔ اَج خبرے کم فرصتی کو ناں ڈاکٹر ہے۔ پھر وی اَج کی اس چھوٹ لائی دوڑتی دنیا ماں ویہ اپنی سوہل سوچاں کی ہواری نا اپنی ذاتی زندگی توں زیادہ سنگار کے ترتیب دین ماں کراماتی چھٹ مارلیں۔ شعر تے ادب کی سری ماں ویہ ننگے پیریں ٹرن واسطے مریضاں کا چچلیاٹ بچوں چُپ ہو کے کھسک جائیں تے سماجی زندگی کا نبض پر انگلی رکھ لیںؔ آ وان کی کہانیاں پر اک نظر ماراں:

’’خبرے اس گلوں جے میں وی دنیاماں بانۂ بانۂیاں کا لوک دیکھیا تھا۔ کجھ جھڑ اسکا ہو کے وِی اوپرا لگتا رہیا تے کجھ ست پرایا وِی پل پل دِل ماں بستا رہیا.... گُباری‘‘۔

نورا نے ایک نظر اپنی لیراں پر ماری کسے نا کدے گُھاری وی تے کائے لینگری کدے لڑ کے.... بڈھیماں نال اُس کی ننگی ور رگ اس طرح چڑھی وی تھیں جس طرح بٹ ریں ور ہز بمل ہوئے......(دو جائیگی)۔

انھاں نے سدھی سادی زبان برتی ہے۔ اکھان تے محاورا جس طرح چھاپ ماں تھیوو ہوئے۔ مختصراً کہانیاں ماں سدھا سادا لوکاں کا درد لعلاں تے جواہراں ہاروں جھل ماریں۔ سارو کجھ ساہ لیتو محسوس ہوئے انھاں نے کہانی کا ہر کردار نا مچ ہی نیڑا توں دیکھیو ہے اُس کو اندرونو تے بیرونو پورے طور تر نگڑی ہاروں بُنیو ہے اک تند نا ہتھ لاؤ تے سارا جسا نا چھیکو لگے۔ ’’تاراں کی سلو‘‘ گوجرا ماحول کی جیتی جاگتی تے تڑفتی تصویر ہے۔ تے نورا ناںّ ہوئی وی ’’دو جائیگی‘‘ پیراں ہیٹھوں زمین نا چھک لئے۔

کہانی کا فن تے اس کی گِنڑیاں گُٹیاں جاچاں ناکُنی چھوڑ کے ’’کورا کاغذ‘‘ کی اصلاحی ،نفسیاتی تے رومانی کہانیں گوجری ادب ماں چنگو اضافو ہیں۔ آخر ماں دعا کروں کہ ڈاکٹر صاحب کی قلم لکھتی رہ تے اس ماں پل پل لشک آتی رہ!

چودھری نسیم پونچھی
نونر گاندربل، سرینگر

ڈاکٹر رفیق انجم:

بحیثیت افسانہ نگار

ڈاکٹر مِرزا خان وقارؔ

دُنیا کی ہر مقبول زبان کا ادب ماں اک گل سانجھی تے عام رہی ہے جے چنگو شاعر اکثر چنگو نثر نگار نہیں ہوتو لیکن کِتے کِتے یاہ رِیت کُجھ سِر پھریاں نے تروڑ کے وی دسی ہے۔ مثلاً انگریزی ماں 'پوتے ایمرسن' تے اُردو ماں غالبؔ تے حالیؔ نے۔ گوجری کو یوہ ڈاکٹر بھی انھاں ہی لوکاں کی محفل کو ایک 'انجم' سئی لگے۔

ڈاکٹر رفیق انجمؔ ہور اپنی کئی کہانیاں ماں جس ماحول تے منظر نا پیش کریں وہ مھارو دیکھیو پرکھیو وو ہے پر اُس ماں رس بس کے وی وہ انکی کہانیاں بچ نووں سووں سئی ہوئے تے بار بار پڑھن کو دِل کرے۔ میرے نزدیک انکی کہانی 'تاراں کی سلوٗ'، 'زِندہ لاش' 'ہڈیاں کی مُٹھی' تے 'خواب خزاناں' گوجری کہانی کی تاریخ ماں اک چنگو اضافو ہیں۔ انھاں نے انسانی نفسیات ناں خاصو کو لے تیں پرکھیو تے فن کارانہ طریقہ نال پیش کیو ہے۔

ڈاکٹر انجمؔ ہور ذاتی طور پر رومانی نہ ہوتاں بھی رومان تے حقیقت کو امتزاج بڑا عمدہ طریقہ نال پیش کریں۔

ڈاکٹر مِرزا خان وقارؔ
ڈگری کالج راجوری

چٽی مِٽی

چِر تڪ دوئے گلیں لگی رهیں........

اخیر....،

اِڪ لموں جیهو ساس مار کے......،

چِٽی مِٽی نے کالی نا کهیو:

.........اڑئیے..!

میرے تیں توں هی چنگی...!!

@--------------------------@